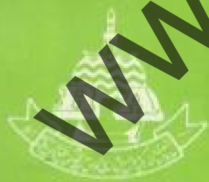
القول الجلی کی بازیافت



رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

القول الجلی

کی

بازیافت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند ترین سوانح حیات جسے
دو سَو سال تک شائع کرنے سے اغماض برتا گیا، اس کے
منظرِ عام پر آنے سے سلسلۂ ولی اللہی سے متعلق خود ساختہ
تاریخ کا رُخ تبدیل ہو گیا، اسی سلسلے میں ۲ دو گرانقدر مقالے
نذرِ قارئین ہیں

○ حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی
فاضل جامعہ ازہر

○ حکیم سید محمود احمد برکاتی، کراچی

○

رضا اکیڈمی ○ لاہور

مطبوعات نمبر ۵۴

نام کتاب ——— "اُصُول الجلی" کی بازیافت

تالیف ——— (۱) مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی (دہلی)

(۲) حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی)

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

تصحیح ——— مولانا غلام نصیر الدین

صفحات ——— ۱۰۰

سنِ طباعت ——— ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء

ناشر ——— رضا اکیڈمی، لاہور

مطبع ——— احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور

ہدیہ ——— دعائے خیر بحقِ معاونینِ رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور



عطیات بھیجنے کے لیے:

رضا اکیڈمی، اکاؤنٹ نمبر ۳۸/۹۳۸، حبیب بنک، وسن پورہ برانچ، لاہور



○ بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات -/۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں



ملنے کا پتا

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، مسجد رضا، محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور، پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ ——— فون نمبر ۲۵۰۴۴۰

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

علمی دنیا میں خاندانِ ولی اللّٰہی کی دینی اور علمی خدمات مسلّم ہیں۔ پاک وہند کے اکثر و بیشتر علماء کی سندِ حدیث اسی بابرکت سلسلہ سے وابستہ ہے بلکہ عرب ممالک کے بہت سے علماء کی سندیں بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کی الاجازات المتینۃ، علامہ محمد محسن ترہتی کی الیانع الجنی، علامہ عبدالحی الکتانی کی فہرس الفہارس اور علامہ محمد بن علوی مالکی (مکہ مکرمہ) کی الطالع السعید کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے، علماءِ اہلِ سنت، علماءِ دیوبند اور علماءِ اہلحدیث سب ہی کسی نہ کسی طور پر اس سلسلۃ الذہب سے منسلک دکھائی دیتے ہیں، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی سے لے کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک کے افکار و نظریات کو فیصلہ کن تسلیم کر لیا جائے تو آج کے بہت سے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں اور محاذ آرائی کی کیفیت ختم ہو سکتی ہے۔

دورِ سابق کے علماء کو خاندانِ ولی اللّٰہی سے کتنی عقیدت و محبت تھی؟ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے، مولوی رشید احمد گنگوہی کا بیان ہے:

مفتی (عنایت احمد کاکوروی) صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہایت محبت تھی۔ یوں فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی مثال طوبیٰ کی سی ہے کہ اس کی شاخ ہر ایک جنتی کے گھر میں ہوگی جس کے گھر میں طوبیٰ کی شاخ نہ ہو وہ جنتی نہیں [1]

[1] محمد عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ج ۱ ص ۲۴۵

لیکن دار العلوم دیوبند کے شیخ التفسیر اور علامہ انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ کشمیری نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے دیوبندیت کی ابتدا کرنے کا واشگاف الفاظ میں انکار کیا ہے:

دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں (مولانا محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی) سے کرتا ہوں، اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب پر ہی منتہی ہوتا ہے اور آج ہندوپاک میں حدیث و قرآن کے جو زمزمے سنے جاتے ہیں اُن میں خانوادہ ولی اللہی کا براہِ راست دخل ہے، اس لیے ان کی خدماتِ جلیلہ کا انکار نہیں ہوسکتا، تاہم کم از کم مجھے تو شاہ صاحب اور دیوبند میں فرق نمایاں اور واضح نظر آتا ہے، جس کے بعد دیوبندیت کو ولی اللہی فکر کا ایک سرچشمہ قرار دینے میں مجھے تامل ہے۔

بلکہ میرے اپنے مطالعے کا حاصل تو یہ ہے کہ دیوبندی فکر سے بہت کچھ حضرت رئیس المحدثین شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ قریب ہیں، فقہ حنفی کی برتری کا یقین اور اس کی اشاعت جو دیوبند کے متعارف اجزاءِ ترکیبی میں ایک عنصر غالب ہے جس قوت کے ساتھ شاہ عبد العزیز کے یہاں ہے ان کے والد ماجد کے یہاں اس کا نام ونشان بھی نہیں اگر ہے بھی تو نہایت گول مول، دبا دبایا اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو شاہ صاحب مرحوم سے کم از کم فقہ میں دیوبند کو دُور لے جاکر کھڑا کر دیتا ہے۔ [1]

۱؎ انظر شاہ کشمیری: ماہنامہ البلاغ، کراچی، شمارہ مارچ ۱۹۶۹ء ص ۴۹-۴۸

کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ دیوبندی فکر ایک نوزائیدہ فکر ہے اور اس کا منبع و مآخذ متقدمین سے کوئی علمی شخصیت تو کیا ہوگی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی اس فکر کے قریب ہیں پُوری طرح ملجا و ماویٰ وہ بھی نہیں ہیں، ہاں اس فکر کا سرچشمہ صرف اور صرف مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں۔

شاہ صاحب موصوف نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کو دیوبندی فکر کے قریب تسلیم کیا ہے، لیکن مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا معاملہ بھی صاف کر دیا، درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے، شاہ عبد العزیز ان کو دفع کرنا چاہتے تھے، اس وجہ سے بات لگاکر کہتے تھے ...... حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) نے ارشاد فرمایا کہ بات لگاکر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا بُری بات چھُوٹتی نہیں، شاہ اسحاق اور مولانا اسمٰعیل صاحب ان سب کا ایک ہی مشرب تھا مگر شاہ اسحٰق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ ہُوا، مولوی اسمٰعیل صاحب نے صاف صاف کہا بہتیرے مان گئے۔ [1]

باوجودیکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی استاذ الاساتذہ ہیں اُن پر کتنی کھُلی چوٹ کی گئی ہے کہ وہ بات لگاکر کرتے تھے اور بات لگاکر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، دل کے چور گوشے میں چھُپی ہُوئی بات یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز،

۱؎ محمد عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۲۴۷

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی طرح بات بات پر عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک نہیں کہتے تھے، یہی ان سے ناخوشی کا سبب تھا اور اسی لیئے ان کی دینی و علمی خدمات پر پانی پھیر دیا گیا۔

خاندانِ ولی اللّٰہی نے دینِ متین کی عظیم خدمات انجام دی ہیں، خصوصاً حدیث اور تفسیر میں تو پاک و ہند کے تقریباً تمام علماء ان ہی کے خوشہ چین ہیں اس قسم کی عبارات پڑھ کر تعجب ہوتا تھا کہ ان کے بارے میں احسان ناشناسی کا رویہ کیوں روا رکھا گیا؟ ایک طبقے نے تو اس سے بھی آگے قدم بڑھایا اور ان حضرات کی تصانیف میں ترمیم اور تحریف سے بھی گریز نہ کیا بلکہ کئی جعلی کتابیں ان کے نام منسوب کر دیں، جیسے کہ آپ حکیم محمود احمد برکاتی کے مقالہ میں ملاحظہ کریں گے۔

"القول الجلی فی ذکر آثار الولی" تالیف شاہ محمد عاشق پھلتی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند ترین سوانح اور ان کے افکار و معمولات کا معتمد ترین مجموعہ ہے، حیرت ہے کہ اتنی اہم کتاب دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک شائع نہیں کی گئی، کس مصلحت کے تحت اسے نظر انداز کیا گیا؟ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکیم محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:

> الیسی بیشتر کتابیں جو ابطالِ تو ہّب (وہابیت) پر لکھی گئی تھیں "اخیار و صلحاء" نے ان کو ناپید کرنے کی منظم سعی بلیغ کی ہے، اب زمین اپنے خزینے اُگل رہی ہے، القول الجلی برآمد ہو گئی ہے، مُعید الایمان بھی برآمد ہو گی، حکیم اجمل خاں کے بزرگ حکیم شریف خاں نے بھی تقویت (الایمان) کا رد تفویت لکھا تھا، وہ بھی نایاب ہے۔[1]

[1] مکتوب جناب حکیم محمود احمد برکاتی، بنام راقم، تحریر ٦ نومبر ١٩٩٠ء

القول الجلی کا ایک نسخہ بصورت مخطوطہ خانقاہ کاکوری، لکھنؤ میں موجود تھا[1] مولانا تقی انور علوی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے ١٩٨٨ء میں شائع کیا، جس پر محققِ عصر حضرت مولانا زید ابو الحسن[2] مدظلہ (دہلی) نے مبسوط مقدمہ لکھا اور خاص خاص مقامات کی نشان دہی فرمائی۔ چونکہ اس کتاب سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں قائم کیے ہوئے بہت سے نظریات کی نفی ہوتی ہے، اس لیے ممکن تھا کہ مترجم پر حسبِ منشا، تغیر و تبدّل کا الزام عائد کیا جاتا، حضرت علامہ مولانا زید ابو الحسن مدظلہ نے ١٩٨٩ء میں فارسی مخطوطے کا عکس شائع کر دیا، اور اس کے آخر میں اردو ایڈیشن کا مقدمہ اور اختتامیہ بھی شامل کر دیا، پھر یہ مقدمہ اور اختتامیہ الگ بھی شائع کر دیا، مولائے کریم انھیں دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا فرمائے، جناب حکیم سید محمود احمد برکاتی[3] نے القول الجلی کی بازیافت کے نام سے ایک پُرمغز علمی مقالہ لکھا جس میں پوری کتاب کے مندرجات کا خلاصہ اور تجزیہ کیا ہے۔

ایک محقق فاضل نے القول الجلی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے معمولات وہی تھے جنہیں

---

[1] تکیہ کاظمیہ کاکوری کے سجادہ نشین مولانا حافظ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر کے بھتیجے۔

[2] حضرت مولانا زید ابو الحسن، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد حضرت شاہ ابو الخیر دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند اصغر اور خانقاہ میرزا مظہر جانجاناں شہید کے سجادہ نشین ہیں۔

[3] علامہ عبد الحق خیر آبادی کے مایہ ناز شاگرد علامہ سید برکات احمد ٹونکی کے پوتے، کراچی میں مطب چلاتے ہیں۔

آج عرفِ عام میں بریلویت کہا جاتا ہے، تب یہ عقدہ کھُلا کہ ایک طبقہ ان سے ناخوش کیوں ہے؟ اور ایک طبقے نے ان کی طرف جعلی کتابیں منسوب کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اللہ تعالیٰ سب کو قبولِ حق اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے حکیم صاحب کا مقالہ اور حضرت زید ابوالحسن کا مقدمہ اور اختتامیہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، امید ہے کہ ان دونوں علمی اور تحقیقی مقالوں کی بدولت بہت سی غلط فہمیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

۱۱ رجب ۱۴۱۱ھ

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

۲۸ جنوری ۱۹۹۱ء

حکیم محمود احمد برکاتی

"القول الجلی" کی بازیافت

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی اولین اور مستند سوانح حیات خود ان کی حیات میں شاہ محمد عاشق پھلتی نے مرتّب کی تھی اور شاہ صاحب کی نظر سے بھی یہ کتاب گزر چکی تھی اور اُن کی ہدایت کے مطابق اس میں اضافات بھی کئے گئے تھے اور اپنی خود نوشت (الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضّعیف) میں شاہ صاحب نے اس کی تصدیق و تصویب بھی فرمادی[۱] تھی اور اس طرح یہ کتاب شاہ صاحب کی نہ صرف اوّلین بلکہ مستند اور معتبر سوانح حیات تھی۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کچھ عرصے متداول بھی رہی، نواب صدیق حسن خاں نے ۱۸۸۰ء میں اس سے الفاظ اقتباس کیا تھا[۲] اور ۱۸۹۰ء میں مولوی رحمٰن علی نے اپنے مآخذ میں اس کا نام لیا تھا[۳] مگر اس کے بعد یہ کتاب بے نشان ہو گئی اور تقریباً

---

۱ ص ۱۹۴ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف، مطبع اول دہلی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

۲ ص ۹۱۲ ابجد العلوم، مطبع صدیقی بھوپال سنہ (۱۲۹۶ھ/۱۸۸۰ء) و ص ۴۳۰ اتحاف النبلاء مطبع نظامی کان پور (۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء)

۳ ص ۲۵۸ تذکرہ علماء ہند، نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء (اشاعت دوم)

ایک صدی تک بے نشان رہی۔ کسی مؤرخ اور مصنف نے اس کا حوالہ نہیں دیا۔ حیاتِ ولی کے مصنف مولوی رحیم بخش کو بھی یہ کتاب دستیاب نہیں ہو سکی تھی، کسی نجی یا عام ذخیرۂ کتب میں بھی اس کے وجود کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ۱۹۷۸ء میں جناب خلیق احمد نظامی نے یہ مژدہ سُنایا کہ خانقاہ کاکوری کے ذخیرۂ کتب میں اس کتاب کا مخطوطہ شناخت اور دریافت کر لیا گیا ہے[1]۔ بعد میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری (پٹنہ) میں بھی اس کے ایک ناقص الاول مخطوطے کا سراغ مل گیا[2]۔

خانقاہ کاکوری میں اس مخطوطے کے وجود کی خبر سُن کر جب خاکسار نے جناب مولانا مجتبیٰ حیدر علوی سے اپنے اور دوسرے بہت سے اہلِ علم کے اشتیاق اور مطالعے کے لئے بے تابی کا ذکر کر کے اس کی طباعت کی درخواست کی تو معلوم ہوا کہ ان کے فاضل فرزند جناب مولانا تقی انور علوی نے اس کا اردو ترجمہ کر لیا ہے، اب کتاب طباعت کے مرحلے میں ہے بالآخر ۱۹۸۸ء میں القول الجلی کا اردو ترجمہ ہمارے ہاتھوں میں تھا[3]، پھر اس کے کچھ دن بعد ہی جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اصل مخطوطے کا مصوّرہ شائع ف...[4]

[1] ص ۲۹ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء

[2] کتاب کے تین ابواب میں سے پہلا باب شاہ صاحب کے سوانح کے لیے مختص ہے وہی اس مخطوطے میں سے غائب ہے ؏ ہمیں ورق کہ سیہ گشت مدعا ایں جاست

[3] کتب خانہ انوریہ، تکیہ شریف، کاکوری ضلع لکھنؤ، اترپردیش بھارت۔ ترجمہ ۶۷۹ صفحات پر مشتمل ہے آغاز میں جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلی) کا ۵۵ صفحات کا مقدمہ اور ۲۱ صفحات کی عرضِ مترجم، مزید علیہ ہیں۔

[4] شاہ ابوالخیر اکادمی، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶ بھارت، کتاب (باقی برصفحہ آئندہ)

شاہ صاحب کی شخصیت کی عظمت کی بنا پر ان کی یہ مستند اور مفصّل سوانح حیات بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس کی گمشدگی جتنی صبر آزما اور حیران کن تھی اب اس کی بازیافت اور طباعت اتنی ہی دل خوش کن ہے۔ کتاب جن حقائق پر مشتمل ہے وہ نہ صرف نئے بلکہ چونکا دینے والے بھی ہیں۔ ایک طرف اس میں شاہ صاحب کے سوانح کے سلسلے میں معلومات میں اضافہ اور اب تک کی معلومات کی تصحیح ہوئی ہے وہ اس تصویر سے مختلف ہے جس سے اب تک ہماری نگاہیں آشنا ہیں اور شاہ صاحب کے کلامی و فقہی مسلک اور اندازِ فکر کے متعلق اب تک ہمارا جو تاثر رہا ہے کتاب کے مطالعے کے بعد ایک طبقہ کے لئے شاہ صاحب کی شخصیت میں جاذبیت بڑھ جائیگی تو دوسرے طبقے کو شاہ صاحب سے اپنی نسبت خاطر اور وابستگی پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔

القول الجلی کے بالاستیعاب مطالعے کے بعد اس کے مخطوطے کی نایابی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۴۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں ۵ صفحات کا اختتامیہ اور ۵۵ صفحات کا مقدمہ (از مولانا ابوالحسن زید) بھی شامل ہے۔ مخطوطہ کی کتابت ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۸۱۴ء کو ہوئی ہے ضخامت ۴۹۸ صفحات۔ سطور فی صفحہ ۱۹۔ کتاب کی مخطوطہ کے مصوّرہ (فوٹو سٹیٹ) کے ذریعے طباعت اس پہلو سے توضیح ہے کہ مشتملات کتاب کے اعتبار و استناد میں کسی کو کلام کی گنجائش نہ رہے اور الحاق یا ترمیم و تحریف کا شائبہ نہ پیدا ہو مگر یہ شکل کتاب سے استفادے میں حارج ہے اور کاتب کے خوش قلم اور محتاط نہ ہونے کی وجہ سے بکثرت مقامات ناپڑھ نہیں ہیں اور پھر فہرست مضامین اور اشاریہ رجال و اماکن و کتب کی کمی بھی محسوس ہوتی ہے اور کتاب سے استفادہ محنت طلب ہوگیا ہے۔

گمشدہ کڑی کا راز بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔

آیئے کتاب پر ایک نظر ڈالیں۔

تعارفِ مؤلف

پہلے اس کے مؤلف سے متعارف ہو لیں۔

کتاب کے مؤلف شاہ محمد عاشق پھلتی ہیں جو شاہ صاحب کے ممیرے بھائی تھے، ان کے والد شاہ عبید اللہؒ شاہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے اور ان کے دادا شاہ محمدؒ شاہ صاحب کے حقیقی نانا شاہ عبد الرحیم کے خسر تھے۔ وہ شاہ صاحب کے نسبتی بھائی بھی تھے۔ شاہ صاحب کا پہلا عقد ان کی حقیقی بہن سے ہوا تھا جن کے بطن سے شاہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند شاہ محمد اور ان کی دو بہنیں تھیں۔ انھیں شاہ صاحب سے مصاہرت کا تعلق بھی تھا۔ ان کے دو فرزندوں شاہ عبد الرحمٰن اور شاہ عبد الرحیم فائقؒ کے عقد علی الترتیب شاہ صاحب کی دو صاحبزادیوں (امۃ العزیز اور فرخ بی) سے ہوا تھا۔

وہ شاہ صاحب کے شاگرد بھی تھے (القول الجلی ص ۴۸۶)۔ وُہ شاہ صاحب کے رفیقِ درس بھی تھے، شیوخِ حجاز سے صحیح بخاری اور سُنن دارمی کے درس میں شاہ صاحب کے شریک رہے (القول الجلی ص ۴۹۱) وہ شاہ صاحب کے مسترشد بھی تھے۔ انھوں نے شاہ صاحب سے دورانِ طلب علم ہی میں بیعت کرلی تھی (ص ۴۸۶) اور مسجد الحرام میں میزابِ رحمت کے نیچے بیعتِ ثانیہ کی تھی (ص ۴۹۱)۔

شاہ محمد عاشق کی ولادت ۱۱۱۰ھ میں پھلت (ضلع مظفر نگر، اتر پردیش،

بھارت) میں ہوئی تھی یوں وُہ شاہ صاحب سے چار سال بڑے تھے، مستقل قیام پھلت میں ہی رہا مگر تحصیلِ علوم کے عہد کے علاوہ بھی بکثرت دہلی آتے جاتے رہتے تھے خصوصاً (شدید مجبوری کے سوا) ہر سال ماہِ صیام میں دہلی میں آتے اور شاہ صاحب کے ساتھ معتکف رہتے تھے۔ شاہ صاحب سے مسلسل مراسلت کرتے رہتے تھے شاہ صاحب کے مسوّدات کی تبییض ہی نہیں بلکہ ان کے متفرق شذرات کی جمع و ترتیب بھی وہ عمر بھر بڑے اہتمام اور ذوق و شوق سے کرتے رہے۔ شاہ صاحب جو مکاتیب خود ان کے اور دوسرے حضرات کے نام لکھتے تھے انھیں حاصل کر کے حفاظت سے رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ شاہ محمد عاشق، شاہ ولی اللہ کے عاشق تھے اور ان دونوں کو باہم وہی نسبت خاطر تھی جو حضرت نظام الدین اور امیر خسرو کے درمیان تھی، شاہ صاحب بھی دُوسرے اعزّہ اور متوسلین کے مقابلے میں ان سے خصوصی محبت کرتے تھے، کہیں ان کو "اعز اخوان و اجلّہ خلاّن" لکھا ہے کہیں سجادہ نشین اسلاف کرام، کہیں وعاء علمی و حافظ اسراری و ناظور کتبی والباعث علی التسوید اکثرمنہا والمباشر لتبییضہ (میرا ظرف علم، میرے اسرار کے امین، میری کتابوں کے نگراں، میری اکثر کتابوں کے سبب تالیف، میرے مسوّدات کو صاف کرنے والے) لکھا ہے۔

شاہ صاحب نے خود بھی کتابیں تالیف کیں جو افسوس ہے کہ اب تک سب کی سب غیر مطبوعہ ہی نہیں نایاب بھی ہیں:

(۱) شاہ صاحب کی الخیر الکثیر کی شرح

(۲) درایات الاسرار

(۳) شرح اعتصام الامین

(۴) کشف الحجاب

(۵) تذکرۃ الواقعات

(۶) سبیل الرشاد

(۷) مکاتیب شاہ ولی اللہ

(۸) القول الجلی فی ذکرِ آثارِ الولی

القول الجلی

القول الجلی، شاہ صاحب کی حیات ہی میں مرتب ہوگئی تھی اور ۱۱۶۲ھ میں اس کے پہلے دو باب مکمل ہو چکے تھے (ص ۶۹۳) تیسرا اور آخری باب بعد میں تحریر کیا گیا اور پہلے باب میں شاہ صاحب کے وصال کی فصل کا اضافہ، حادثہ وفات ۱۱۷۶ھ کے بعد کیا گیا، کتاب کے استناد کے متعلق مؤلف کا بیان ہے کہ:

ہیچ چیز دریں رسالہ بقید قلم نیاوردہ مگر کہ بر آں جناب مکرر عرض شدہ و بشرف اصلاح نیافتہ۔ (ص ۴)

اس رسالے میں کوئی چیز ایسی نہیں لکھی گئی جسے شاہ صاحب نے ملاحظہ فرمایا ہو اور اصلاح نہ فرمائی ہو۔

اور خود شاہ صاحب نے اپنی خود نوشت میں اس کی تصدیق و تصویب فرمائی ہے:

بعض اعز اخوان و اجلّہ خلّان تفصیل آں واقعات با وقائع دیگر در رسالہ مضبوط نمودہ اند و آں را بہ قول جلی مسمّٰی کردہ اند جزاہ اللہ خیر الجزاء و احسن الیہ والیٰ اسلافہ و اعقابہ و ادخلہ الیٰ ما یتمناہ من دینہ و دنیاہ (ص ۹۴)

ایک عزیز ترین بھائی اور محترم دوست نے ان باتوں اور میرے دوسرے حالاتِ زندگی کو ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے اور اس کا نام قولِ جلی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا دے اور ان کے بزرگوں اور اخلاف کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے اور ان کی دین اور دنیا کی خواہشوں کو پورا کرے۔

کتاب تین اقسام (ابواب) پر مشتمل ہے:

(۱) شاہ صاحب کے سوانح (ص ۷ تا ۲۹)

(۲) شاہ صاحب کے ارشادات (ص ۲۷۹ تا ۳۶۶)

(۳) تلامذہ و مسترشدین کے تراجم و فضائل

ان میں سے پہلے دو باب ہی اہم اور اصل ہیں اور ۳۶۶ صفحات پر محیط ہیں تیسرے باب کو خود مؤلف نے بمنزلہ ذیل قسم اول قرار دیا ہے اور ۱۳۲ صفحات کا ہے۔

اضافات

القول الجلی سے شاہ صاحب کے سوانح کے سلسلے میں ہماری معلومات میں جو اضافات ہوئے یا اب تک کی معلومات کی جو تصحیح ہوئی ہے ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱

شاہ صاحب کی والدہ (شاہ عبد الرحیم کی دوسری اہلیہ) کا نام فخر النساء تھا اور وہ تعلیم شریعت از تفسیر و حدیث عالمہ و بآداب طریقت مؤدبہ و باقلیم عارفہ و بمصداق اسم خود فخر النساء بودند و دریں معنی از بس از رجال سبقت نمودہ (ص ۶)

۲

شاہ صاحب نے اپنے معلوم سفر حج سے پہلے کبھی ایک بار حج کے ارادے سے سفر اختیار کیا تھا مگر کھنبایت سے لوٹ آئے تھے۔ بیس سال کی عمر میں ۱۱۳۴ھ میں ہی غالباً جذب کی سی کیفیت میں سفرِ حج کا عزم کر لیا تھا۔ والدہ تک سے حج کے بجائے توریئے کے طور پر کسی دوسرے (قریبی) مقام کا نام لیا تھا اور زادِ راہ کی فکر کیے بغیر بے سروسامانی کے عالم میں نکل کھڑے ہوئے تھے اور کئی

اصحابِ طریقت بھی ساتھ ہو گئے تھے جنہیں لے کر پیدل روانہ ہو گئے تھے۔
راجپوتانے (راجستھان) کے راستے احمد آباد ہوتے ہوئے کھنبایت پہنچ گئے جہاں سے جہازوں کے ذریعے روانہ ہونا تھا مگر وہاں ایک اشارے کی بنا پر فسخ عزم کر کے واپس گھر تشریف لے آئے تھے (ص ۲۵ - ۲۷) اس سفر پر روانہ ہوتے وقت شاہ صاحب کے پاس تین چار روپے سے زیادہ نہیں تھے، رفقا بھی تہی کیسہ تھے، اتنا طویل سفر درپیش تھا مگر ایک وقت بھی فاقہ کی نوبت نہیں آئی بلکہ شاہ صاحب اور ان کے ہم سفر اصحاب مستقل طور پر اعلیٰ درجے کی غذا استعمال کرتے رہے۔

اور شاہ صاحب کے توکل کا یہ عالم تھا کہ رفقاء سفر اگر کفایت کے پیش نظر کم درجے کی غذا کا اہتمام کرنا چاہتے تو شاہ صاحب منع فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ جب ہم نے اللہ تعالیٰ کے تکفل پر اعتماد کر لیا ہے تو اب اس کی مرضی یہ نہیں کہ کم تر درجے کی غذا استعمال کریں تم میں سے جس کا جس چیز کو جی چاہے وہی غذا بے تکلف استعمال کرو۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب سے اس سفر میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ کرامات کا ظہور ہوا۔

۳

دوسری بار شاہ صاحب نے ۱۱۴۳ھ میں سفر حج کا عزم کیا اور ۸ ربیع الاول کو روانہ ہو گئے۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۴۳ھ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ حج سے فراغت کے بعد ربیع الاول ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ ۱۵ شعبان کو مکہ معظمہ واپس ہوئے حج ثانی کیا اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو دہلی واپس پہنچ گئے۔

شاہ صاحب نے یہ سفر دہلی سے پنجاب اور سندھ ہوتے ہوئے سورت تک اس طرح کیا کہ راہ میں جہاں جہاں بزرگوں کے مزارات آتے ان پر حاضری

دیتے اور مراقب ہوتے۔ پانی پت میں شاہ بوعلی قلندر کے، سرہند میں حضرت شیخ مجدد کے، لاہور میں شیخ ہجویری کے، ملتان میں مخدوم بہاء الدین زکریا اور شاہ رکن عالم کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے اور نصرپور[1] سے ٹھٹھ اور وہاں سے سورت پہنچے، سورت سے جہاز میں جدہ اور جدہ سے مکہ معظمہ پہنچے، واپسی میں سورت سے دوسرا راستہ اختیار فرمایا اور گوالیار میں خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث کے اور آگرہ میں امیر ابوالعلی کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے دہلی واپس پہنچے۔

اس سفر میں ملتان میں بہت سے حضرات آپ سے بیعت ہوئے اور نصرپور میں تو بکثرت علماء و فضلاء دور دور سے سفر کر کے آئے، آپ سے استفادہ کیا اور بیعت کی۔ ٹھٹھ میں تو شہر کے تمام ہی علماء اور صوفیہ داخلِ سلسلہ ہوئے تھے ان میں سندھ کے مشہور عالم اور مصنف محمد معین بھی تھے جو اجازت سے سرفراز ہوئے۔ (ص ۳۸ تا ۴۹)

۴

شاہ صاحب کی ایک صاحبزادی صالحہ[2] تھیں جو جوان اور شادی شدہ تھیں

---

[1] نصرپور، ٹھٹھ کے قریب ایک شہر ہے اس دور میں یہ بندرگاہ بھی تھی فیروز تغلق نے ۷۵۲ھ میں اسے آباد کیا تھا۔

[2] صالحہ، شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ سے سب سے پہلی اولاد تھیں۔ ان کی ولادت ۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔ ان کے بعد ۱۱۴۵ھ میں شاہ محمد اور ۱۱۴۸ھ میں امۃ العزیز کی ولادت ہوئی، مقالہ مولانا نور الحسن راشد، فکر و نظر اسلام آباد جلد ۲۵ شمارہ ۱ (جولائی ستمبر ۱۹۸۷ء)

مگر شاہ صاحب کی حیات میں ہی ان کی رحلت ہوگئی تھی (ص ۱۷۵) شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے میاں سعد الدین تھے (ص ۲۰۲) شاید یہ نوعمری ہی میں وفات پاگئے کیونکہ پھر کسی موقع پر ان کا نام نہیں آیا۔ شاہ عبدالعزیز[۱] کا بیان ہے کہ "والدین را کودک بسیار مردہ بودند" شاید میاں سعد الدین بھی عہدِ طفلی میں ہی وفات پاگئے۔

۵

شاہ صاحب مستقل طور پر مہدلوں میں مقیم تھے (جسے اس زمانے میں محلہ کوٹلہ فیروز کہتے تھے) مگر صفدر جنگ (۱۷۵۴ء) کے ہنگامے کے دوران نیازمندوں کی درخواست پر عارضی طور پر "نئی دلی" منتقل ہوگئے تھے (ص ۲۰۶)

کوٹلہ فیروز اس دور میں پرانی دلی میں شمار ہوتا تھا اور شاہ جہاں کی بسائی ہوئی دلی کو "نئی دلی" کہتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں فرنگیوں نے اپنی نئی دلی بسائی تو شاہ جہاں کی دلی پرانی دلی کہلانے لگی۔

۶

احمد شاہ درانی کے حملے کے دوران، ۱۱۷۳ھ میں، شاہ صاحب عارضی طور پر دلی سے بڈھانہ (ضلع مظفر نگر) منتقل ہوگئے تھے (ص ۲۳۰)

۷

شعبان ۱۱۷۴ھ میں شاہ صاحب، بڈھانہ میں مقیم اور حسبِ عادت اعتکاف اربعین میں تھے۔ بازو میں درد محسوس ہونے لگا۔ درد جب

---

[۱] ملفوظات شاہ عبدالعزیز، مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۴ھ

شدید ہوگیا تو خلوت موقوف فرما کر علاج کی طرف توجہ فرمائی۔ درد کے ازالے کے بعد پھر خلوت اختیار فرمائی تو درد پھر عود کر آیا، جو علاج سے زائل تو ہوگیا مگر سقوطِ اشتہا، صلابتِ معدہ، سوءِ تنفس اور سوءِ القنیہ کے عوارض لاحق ہوگئے، مقامی اطبا کے علاج سے جب افاقہ نہیں ہوا تو دلی سے ایک عقیدت کیش اور فاضل طبیب بڈھانے آئے اور معالجہ کا آغاز کیا مگر عوارض میں تخفیف نہیں ہوئی تو ۹ ذی الحجہ کو دلی تشریف لے گئے، وہاں متعدد اطبا نے اپنی اپنی تشخیص کے مطابق تدابیر اختیار کیں مگر عوارض میں اشتداد ہی ہوتا گیا ایک دن طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور اطراف سرد ہوگئے، نبض غائب ہوگئی تو معالج مایوس ہوگئے، اسی حالت میں ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناں عیادت کے لیے تشریف لائے اور تخلیہ کرکے ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ کیا، مرزا صاحب کے رخصت ہوتے ہی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی اور آناً فاناً موت کے آثار مترتب ہونے لگے، یہاں تک کہ ظہر کے وقت (۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کو) وصال ہوگیا (ص ۲۵۹-۲۶۴)

۸

شاہ صاحب کے ذہنی ارتقاء کے جائزے کے لیے ان کی تالیفات کی ترتیبِ زمانی کا تعین ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی کوشش ڈاکٹر مظہر بقا نے کی تھی[۱]۔ اب القول کی اشاعت کے بعد اس موضوع پر بات آگے بڑھائی جاسکتی ہے دو کتابوں کے سنینِ تالیف کا تعین تیقن کے ساتھ ہوگیا ہے۔

(۱) فیوض الحرمین کی تالیف حجاز میں ہی ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ واپسی (رمضان ۱۱۴۴ھ) میں اعتکاف کے دوران یہ کتاب تالیف کی گئی (ص ۴۷)

---

[۱] اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

(٢) المقدمۃ السنیہ[۱] کی تحریر بھی مکہ معظمہ میں اسی سال ہوئی۔ شیخ ابو طاہر کی فرمائش پر شاہ صاحب نے شیخ مجدد الف ثانی کے رسالہ ردّ روافض کی تعریب کی تھی (ص ۴۶)

(٣) القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، یہ کتاب شاہ صاحب کے سفرِ حج (١١۴٣ھ) سے پہلے ہی مرتب ہو گئی تھی اور شاہ صاحب اُسے ساتھ حجاز لے گئے تھے جہاں شیخ ابو طاہر کردی نے اپنے ہاتھ سے اس کی نقل کی اور پھر شاہ صاحب سے اس کا درس لیا۔ دیارِ مغرب، بصرہ، مصر کے متعدد اصحابِ طریقت نے بھی اس کی نقول حاصل کیں اور شاہ صاحب سے اجازت حاصل کی۔ (ص ۴٧ و ۴٨)

٩

شاہ صاحب کے جو مکاتیب اب تک دریافت اور شائع ہو چکے ہیں القول میں ان کے علاوہ متعدد نئے مکاتیب نظر آتے ہیں مختلف مقامات پر القول میں ہی کُل گیارہ مکاتیب ہیں ان میں سے ایک ایک مکتوب نجیب الدولہ، ملکہ زینت محل اور مخدوم محمد معین تتوی کے نام اور آٹھ مکاتیب شاہ محمد عاشق کے نام ہیں (ص ١٨٩، ١٩٩، ٢٠٧، ٢٢٧، ٢٢٨، ٢۴۴، ٢۴۵، ٢۵۴، ٢۵۶، ٢۵٧ اور ۴٨٢)

[۱] المقدمۃ السنیہ بھی شاہ صاحب کی گم شدہ یا گم کردہ کتابوں میں سے تھا یقینی طور پر اس کا وجود صرف ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی ٹونک میں تھا۔ اس کے علاوہ دو ایک نجی ذخیروں میں اس کے مخطوطات کی صرف خبریں ہی تھیں اب مولانا ابو الحسن زید فاروقی نے ١٩٨٣ء میں یہ مخطوطہ حاصل کر کے شائع کر دیا ہے۔ ساتھ ہی شیخ مجدد کا اصل فارسی رسالہ بھی۔

١٠

مکاتیب کے علاوہ القول میں شاہ صاحب کی بعض نئی تحریریں بھی ہیں مثلاً:

١۔ ایک مسترشد شیخ شرف الدین کی تالیف نقادۃ التصوف پر شاہ صاحب کی تقریظ (ص ۴٧۶)

٢۔ شاہ صاحب نے خواجہ محمد امین کی درخواست پر "قواعد سلوک" کے سلسلے میں رباعیات نذر فرمائی تھیں اور ساتھ ہی ان کی شرح بھی کی تھی۔ (ص ٣١١ تا ٣١٣)

١١

القول میں شاہ صاحب کی حسب ذیل تصانیف و تالیفات کے نام دیئے گئے ہیں:

(١) تفہیماتِ الٰہیہ (٢) حجۃ اللہ البالغہ

(٣) الخیر الکثیر (۴) لمحات

(۵) ہمعات (۶) الطاف القدس

(٧) فیوض الحرمین (٨) ہوامع

(٩) فتح الرحمٰن (١٠) اطیب النغم

(١١) اعتصام الامین بحبل الصمد بذریعہ توسل ولی اللہ

(١٢) القول الجمیل (١٣) سطعات

(١۴) انفاس العارفین (١۵) المقدمۃ السنیہ

(١۶) المسوّٰی (١٧) المصفّٰی

(١٨) قرۃ العینین (١٩) الفوز الکبیر

(۲۰) فتح الخبیر (۲۱) الانصاف

(۲۲) شفاء القلوب (۲۳) عقد الجید

(۲۴) مکتوب مدنی (۲۵) وصیّت نامہ

مگر حیرت ہے کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور مذکورہ کتابوں کے علاوہ شاہ صاحب کی اور بھی تالیفات ہیں۔ مثلاً

خود شاہ صاحب نے اپنی حسب ذیل دو کتابوں کا ذکر کیا ہے:

(۱) النخبۃ فی سلسلۃ الصحبۃ[1]

(۲) الفصل المبین فی المسلسل من الحدیث النبی الامین[2]

حاشیہ رسالہ لبس[3] احمر کا ذکر شاہ عبدالعزیز نے کیا ہے۔

حسب ذیل کتابیں مطبوعہ ہیں:

(۱) ازالۃ الخفا (۲) البدور البازغہ

(۳) تاویل الاحادیث (۴) الجزء اللطیف

(۵) رسالہ دانش مندی (۶) الدر الثمین

(۷) النوادر (۸) الارشاد الی مہمات الاسناد

(۹) تراجم ابواب بخاری (۱۰) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

(۱۱) اتحاف النبیہ (۱۲) شرح تراجم ابواب بخاری

(۱۳) کشف الغین (۱۴) سرور المحزون

---

[1] اجازہ بنام شیخ جار اللہ، مقدمہ المسوّٰی، طبع مکہ معظمہ

[2] اجازہ بنام شیخ محمد بن پیر محمد، الخیر الکثیر طبع ڈابھیل

[3] فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۲۸ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۲ء

(۱۵) السر المکتوم (۱۶) سرف منظوم

حسب ذیل دو کتابوں[1] کا ذکر مولانا سید محمد لقمان رائے بریلوی نے کیا:

(۱) منصور (۲) اسرار فقہ

حسب ذیل آٹھ تالیفات کا ذکر عبدالرحیم ضیاء نے مقالات طریقت[2] میں کیا ہے:

(۱) فتح الودود فی معرفۃ الجنود (۲) عوارف

(۳) واردات (۴) نہایات الاصول

(۵) الانوار المحمدیہ (۶) فتح اسلام

(۷) ذکر روافض (در رد گوہر مراد) (۸) کشف الانوار

۱۲

شاہ صاحب پر اب تک دستیاب مآخذ کی بنا پر میرا تاثر یہ تھا کہ وہ اپنی حیات میں نہ زیادہ متعارف تھے اور نہ مقبول، ان کا نام ان کے بعد شاہ عبدالعزیز کی شہرت کے بعد روشن ہوا تھا اور ۱۸۰۱ء میں لطف[3] نے اور ۱۸۲۴ء[4] میں رنگین نے ان کا تعارف شاہ عبدالعزیز کے والد کی حیثیت سے کروایا تھا، مگر القول الجلی کے مطالعے کے بعد یہ تاثر باقی نہیں رہا۔ شاہ صاحب اپنی حیات میں ہی متعارف تھے اور اللہ نے انھیں قبولِ خواص بھی عطا کیا تھا اور ان کی شخصیت میں ابتدا ہی سے بڑی جاذبیت تھی۔ ۲۰ بیس سال کی عمر میں جب

---

[1] مکتوب بنام شاہ ابو سعید رائے بریلوی، الفرقان لکھنؤ۔ صفر ۱۳۸۵ھ

[2] تالیف ۱۸۷۴، مطبع تین کرتان، حیدر آباد دکن

[3] ص ۲۶ گلشنِ ہند از مرزا لطف علی، طبع دکن ۱۹۰۶ء

[4] وصیت نامہ از سعادت یار خاں رنگین، مشمولہ وصایا اربعہ مرتب محمد ایوب قادری، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد سندھ۔

اچانک اور کسی قدر اخفائ کے ساتھ اور پاپیادہ سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے تو نیازمندوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی (ص ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۹) بعد میں جیسے جیسے ان کے فضائل و کمالات نمایاں ہوتے گئے ان کا حلقۂ تعارف و ارادت وسیع ہوتا چلا گیا اور ان کے گرد ہجوم خلقت رہنے لگا (ص ۱۱۵-۱۵۸)

ان آنے والوں میں دُعاخواہ عوام بھی تھے، طالبانِ علوم بھی، جادۂ طریقت کے راہ رَو بھی، مرکزی حکومت کے اونچے درجے کے حکام بھی، ملکۂ زینت محل بھی ان سے ربط و نسبت رکھتی تھی اور تخت نشین یا تخت نشینی کے امیدوار بھی۔ ایک بار بادشاہِ وقت احمد شاہ (۵۴ ، ۶۱ – [illegible]) نے ان کے آستانے پر نیازمندانہ حاضری دی تھی۔ مختصر یہ کہ مدرسہ رحیمیہ کی طرف رجوع خلق شاہ عبدالعزیز کے عہد میں نہیں خود شاہ صاحب کے عہد میں ہونے لگا تھا اور صرف دہلی اور اس کے نواح نہیں کشمیر اور سندھ تک یہ سلسلہ دراز تھا

شاہ صاحب ۱۱۴۳ھ میں (ستائیس سال کی عمر میں) سفرِ حج کے لیے نکلے اور پانی پت، سرہند، لاہور، ملتان ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے تو

ازہمہ جا علماء و طلبہ خبر قدوم فیض لزوم ایشاں شنیدہ می دویدند و سعیہا می نمودند۔ (ص ۲۹)	ان کی تشریف آوری کی خبر سن کر ہر طرف علماء اور طلبہ دوڑے آتے تھے اور استفاضے کی کوشش کرتے تھے۔

نصرپور (نزد ٹھٹھہ) میں سندھ کے کئی علماء دُور دُور سے آ کر بیعت ہوئے اور اشغال کی اجازت حاصل کی (ص ۳۹) سندھ کے نامور عالم اور اہلِ قلم مخدوم محمد معین تتوی بھی اسی موقع پر داخلِ سلسلہ ہوئے تھے۔ سندھ کے بعد کشمیر کا درجہ ہے شاہ صاحب کے مستفیدین اور عقیدت مندوں ہی میں سندھ کے بعد سب سے زیادہ تعداد کشمیر کے طالبانِ علوم اور مسترشدین کی ہے شاہ صاحب کے تلامذہ

اور مسترشدین کی جو فہرست میں نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں دی ہے (ص ۵۰ و ۵۱) ان کے علاوہ حسب ذیل منتسبین کے نام القول میں ملے:

(۱) مولوی محمد اعظم کشمیری (ص ۷ ، ۱۴۳ ، ۱۹۶)
(۲) محمد قطب رہتکی (ص ۳۴) (۳) ہدایت اللہ تتوی (ص ۸۳)
(۴) سید محمد خان سندھی (ص ۸۸) (۵) سلطان حسین (ص ۸۹)
(۶) شیخ شمس الحق (ص ۹۰) (۷) میر افضل (ص ۱۱۱)
(۸) خواجہ ابوالخیر کشمیری (ص ۱۲۷) (۹) ہبۃ اللہ (ص ۱۳۳)
(۱۰) حافظ محمد کشمیری (ص ۱۴۳ و ۲۴۱)
(۱۱) شیخ محمد مراد بدخشی (ص ۱۵۸)
(۱۲) حافظ محمد افضل کشمیری (ص ۱۷۷)
(۱۳) حکیم ابوالوفاء کشمیری (ص ۲۴۳ ، ۲۵۶ ، ۲۵۷)
(۱۴) خواجہ عبدالحکیم (ص ۲۵۵)
(۱۵) محمد جواد (ص ۲۵۸) (۱۶) محمد بیگ (ص ۲۶۲)

۱۳

میں نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں متفرق مقامات سے شاہ صاحب کے اشعار یکجا کر دیے ہیں مگر القول الجلی میں جو مزید اشعار نظر آئے وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:

کہ باور دارد ایں حرف از فقیر خاکسار من — کہ ظل عالم قدس است انکار و قبول او
ندارد باطنش از خویش آئینہ صفت رنگے — طلسم حیرت آموز است تمکین فصول او
شعاع آفتاب از راہ ایں روزن ہمی ریزد — بجز ایں نکتہ نتواں بست مضمون وصول او
حباب آسا ز خود خالی ز سطح بحر می جوشد — وجود او نمود او شہود او حصول او
(ص ۲۵۶)

رباعیات

۱ علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی ست
واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی ست
جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت
تابع شدن حکم خرد بو لہبی ست

(ص ۳۱۱)

۲ دانی چہ بود نہج قدیم اے دلدار
شغل دل تو بظاہر و باطن بایار
ایں راشوی از درس عوارف عارف
وانگہ ذکر بار بگیر از احرار

(ص ۳۱۱)

۳ در مذہب ما ہست ز اسباب غرور
ذکرے کہ بود عاطل از انوار حضور
در حاشیہ نفی، بشو از خلق نفور
از جانب اثبات بروئے غفور

(ص ۳۱۱)

۴ مستی و ولہ شرط طریق افتادست
بے مست شدن کار کسے نکشادست
در ذکر خفی جہر تخیل کردن
شرط ست ز استاد طریقم یادست

(ص ۳۱۱)

۵ خواہی کہ مئے حرفِ محبّت نوشی
باید کہ بتقلیل علائق کوشی
دل راز خیالات جہاں صرف کنی
چشم از صور جملۂ عالَم پوشی

(ص ۳۱۲)

۶ در عشق تو از جملہ جہاں بگزشتم
وز ہر چہ بجز یاد تو زاں بگزشتم
مقصود ایں بندہ بجز وصل تو نیست
اندر طلبت از دل و جاں بگزشتم

(ص ۳۱۲)

۷ دائم دل من پیشِ تو حاضر باشد
چشم بر رُخِ خوب تو ناظر باشد
در مذہب ما شرک جلی ست و صریح
گر سوئے دگر خطرۂ خاطر باشد

(ص ۳۱۲)

۸ دانی چہ بود سہل کثیر البرکات
در مشرب اہلِ دل وجودِ عدمات
تحصیلِ علوم ست بسعی مانع
در نفی خواطر و در شدّ جہات

(ص ۳۱۲)

۹ خوش آں کہ بانوارِ وضو رنگین ست
زیرا کہ طہارت ز اصول دین ست
تنویر دل و نفی خواطر خواہی
اقوی ذریعۂ حصولش این ست

(ص ۳۱۲)

۱۰ تحصیل عدم اگر ندانی کردن
باید نظر اہل فنایت جستن
ایں داءِ عضال را دوائے بہ ازیں
در صحبت اہلِ دل نخواہی دیدن

(ص ۳۱۲)

۱۱ آناں کہ زِ آدمناس بہمی رستند
بالجّۂ انوارِ قدم پیوستند
فیض قدس از ہمتِ ایشاں می جو
دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

(ص ۳۱۲)

۱۲ آں ذات کہ از قید جہت بیرون ست
از حیطۂ اسماء و صفت بیرون ست
ہر مرتبہ زاں ذات نشانے دارد
ہر چند ز تعیین سمت بیرون ست

(ص ۳۱۲)

۱۳ ہر مدرکہ شد مظہر آں یار عجیب
ظاہر شد از صورتش آثارِ عجیب
در لوحِ دل ار ثبت کنی صورتِ او
پیدا شود از لوحِ دل اسرارِ عجیب

(ص ۳۱۲)

۱۴ اے دوست توئی دیدہ و بینائی من
شنوائی و دانائی و گویائی من
عشق تو و ہم دل غم دیدہ من
واندر دل غم دیدہ شکیبائی من

(ص ۳۱۲)

در شانِ شاہ عاشق

آنی تو کہ از نام تو می بارد عشق
عاشق شود آں کس کہ بکویت گزرد

از نامہ و پیغام تو مے بارد عشق
آرے ز در و بام تو مے بارد عشق

(ص ۴۸۳)

تاریخِ سفرِ حج

زدہلی برآمد ولی بہر حج
ہزار و صد و چہل و سہ سال بود
۱۱۴۳ھ

بہشتم صبا[illegible] از ربیع دوم
کہ ایں داعیہ گشت با[illegible] غم

(ص ۴۹)

تاریخِ مراجعت از سفرِ حج

ولی چوں پس از حج بدہلی رسید
بتاریخ رابع عشر از رجب
۱۴

سر آمد سفر منقطع گشت رنج
ز سال ہزار و صد و چہل و پنج

(ص ۴۹)

۱۴

ایامِ عاشورہ میں فاتحہ

در ایامِ عاشورہ از جانب ائمہ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشاں باید کرد بنا بر آں روزے چیزے از حلاو

ایامِ عاشورہ میں ائمہ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے ایک سے زیادہ بار یہ اشارات ملے کہ ان کی فاتحہ کے لیے کچھ اہتمام کرنا چاہیئے اس لیے

حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد پس سرور و ابتہاج از ارواح طیبہ ایشاں مشاہدہ افتاد[1]۔

(ص ۸۰ - ۸۱)

ایک دن کچھ شیرینی منگائی گئی اور قرآن کریم کا ختم کر کے فاتحہ پڑھی گئی تو ان حضرات کی ارواحِ پاک کی طرف سے خوشی کی کیفیت نظر آئی۔

زیارتِ موئے مبارک

در دوازدہم[2] ربیع الاول حسبِ دستور

بارہ ربیع الاول کو میں نے دستورِ قدیم

---

[1] غالباً اس کے بعد شاہ صاحب ہر سال مستقلاً یہ محفل منعقد فرماتے رہے اور ان کے بعد شاہ عبدالعزیز نے اس تسلسل کو برقرار رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

در تمام سال ۲ دو مجلس درخانۂ فقیر منعقد می شوند (۱) مجلسِ ذکرِ وفات شریف (۲) مجلسِ ذکرِ شہادتِ حسنین۔

(ص ۱۱۰ فتاویٰ عزیزی مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ)

سال بھر میں ۲ دو مجلسیں خاکسار کے ہاں برپا ہوتی ہیں: (۱) ذکرِ وفات شریف کی مجلس اور (۲) ذکرِ شہادتِ حسنین کی مجلس۔

[2] ۱۲ ربیع الاول کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ بھی دلایا کرتے تھے فرماتے ہیں: یک سال در ایامِ وفاتِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آں حضرت طعامے پختہ شود۔ یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخوں میں ایک سال کوئی چیز میسر نہ ہوئی کہ حضور کی نیاز کے طور پر کچھ پکایا جائے، چنانچہ بھُنے ہوئے چنے اور گُڑ کی نیاز دی، رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور کے سامنے (باقی بر صفحہ آئندہ)

قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت موئے[1] شریف نمودم۔
(ص ۴۷)

کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت کی اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نیاز کے طور پر کچھ تقسیم کیا اور موئے شریف کی زیارت کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) انواع و اقسام کے کھانے پیش کئے جا رہے ہیں اور وُہ بھنے ہوئے چنے اور گُڑ بھی پیش کیا گیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اس پر نہایت خوش دلی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور باقی حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیا۔ (ص ۴۲ انفاس العارفین مطبع احمدی دہلی)

[1] یہ موئے شریف، شاہ عبدالرحیم کو عطا ہوا تھا، شاہ ولی اللہ نے اس کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ والد صاحب فرماتے تھے "کہ ایک بار بیماری کے تسلسل سے میری حالت غیر ہو گئی اسی حالت میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے آغوش میں لے لیا اور اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر دو موئے مبارک مجھے عطا فرمائے، بیدار ہونے پر میں نے وہ موئے مبارک تکیے کے نیچے پائے اور بیماری اور نقاہت بھی زائل ہو گئی"۔ شاہ عبدالرحیم نے ان میں سے ایک موئے مبارک شاہ ولی اللہ کو عطا کیا تھا اور ایک شاہ اہل اللہ کو۔ شاہ اہل اللہ اسے پھلت لے گئے تھے اور وہاں اب تک شاہ محمد عاشق کے اخلاف کے پاس ہے۔ شاہ ولی اللہ کے ہاں اس موئے مبارک کی سالانہ زیارت کرائی جاتی تھی۔ مولانا فضل رسول بدایونی (جو شاہ عبدالعزیز کے معاصر خورد ہیں) لکھتے ہیں کہ زیارت کے موقع پر موئے مبارک کا صندوقچہ شاہ اسمٰعیل اپنے سر پر اٹھا کر لاتے تھے۔ (ص ۴۰ انفاس العارفین و ص ۶ الدر الثمین از شاہ ولی اللہ و ص ۱۰۶ العوارف المحمدیہ از مولانا فضل رسول بدایونی۔

عرس

(۱) روز مجلس عرس حضرت بزرگ قدس سرہٗ حضرت ایشاں بر مزار پُر اسرار نشستہ بودند۔ (ص ۳۶)

شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالرحیم صاحب کے عرس کی مجلس میں ان کے مزار پُر اسرار پر بیٹھے ہوئے تھے۔

(۲) حضرت ایشاں فرمودند کہ شب عرس حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کہ در مقبرۂ شاں ہنگامہ و سرودے و ہمرہاں شوق و وجدے بود، در مسجد خویش بعد عشا نشستہ بودم کہ یک پارۂ نور آوردند و گفتند و آنچہ در آں جا ذوق و شوق و برکاتِ توجہ روح مبارک شاں بود ہمہ مرکب شدہ ایں صورت گرفتہ کہ او ایصال یافتہ۔ (ص ۱۰۱)

شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ میرے چچا حضرت شاہ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کے عرس کی رات ان کے مقبرے میں محفل سماع برپا تھی اور حاضرین پہ شوق و وجد کی کیفیت طاری تھی میں عشا کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک پارۂ نور لایا گیا اور کہا گیا کہ محفل عرس میں جو ذوق و شوق اور ان کی روح مبارک کی توجہ کی برکات تھیں وہ سب مرکب ہو کر اس نور کی شکل اختیار کر گئی ہیں جو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔

(۳) ہم دراں ایام موسم عرس حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرہٗ رسید۔ (ص ۲۵۵)

انہی دنوں حضرت شاہ عبدالرحیم کے عرس کا وقت آ گیا۔

قبر پہ مراقبہ

فرمودند۔۔۔ پس ما بر مزار شریف

شاہ صاحب نے فرمایا میں اکثر والد

(والد ماجد) اکثر اوقات متوجہ بروحانیت شاں می نشستم پس راہِ حقیقت برما کشادہ شد۔ (ص ۲۶۳)

کے مزار پر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرکے بیٹھ جایا کرتا تھا جس سے راہِ حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی۔

تعویذ

(۱) حضرت ایشاں بقصبۂ رہتک تشریف بردند و برائے اطفال تعویذہا نوشتند۔ (ص ۳۴)

شاہ صاحب (ایک بار) رہتک گئے ہوئے تھے اور وہاں شخصوں کے بچّوں کے لیے تعویذ لکھ رہے تھے۔

(۲) شاہ صاحب کے ایک مسترشد حافظ عبد الرحمان کا بیان ہے کہ میرا بچہ چیچک میں مبتلا ہوگیا' میں نے حضرت (شاہ ولی اللہ) سے گزارش کی، حضرت نے "تعویذ عنایت فرمودند پس شفا یافت" (تعویذ عنایت کیا اور بچّے نے شفا پائی) (ص ۱۰۱)

(۳) ہر کہ از آں جناب استفاضۂ شفا از علل و امراض مے نماید تعویذ و دعا بایشاں حوالہ مے فرمایند۔ (ص ۴۵۴)

جو کوئی شاہ صاحب سے بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے توجّہ کی درخواست کرتا آپ تعویذ اور دعا کے لیے حافظ عبد الرحمان کے حوالے فرما دیتے۔

(۴) شاہ صاحب کے ایک مسترشد سلطان حسین خاں کا بچّہ شدید بیمار ہوگیا اس کی درخواست پر آپ نے ایک ظرفِ چینی پر آیاتِ قرآنی اور اسماءِ الٰہی لکھ کر اس کو دے دئے کہ اسے دھو کر بچّے کو پلا دو اور تین دن تک پانچ روپے روزانہ "نیازِ بزرگان" کے طور پر سہیں لا کر دو، ان پانچ روپوں میں سے ایک روپیہ خواجۂ نقشبند اور ان کے سلسلے کی نیاز کا ہے، ایک روپیہ حضرت غوث اعظم اور

ان کے اولیاءِ سلسلہ کا اور ایک روپیہ خواجگانِ چشت کا اور ایک روپیہ سلسلۂ سہروردیہ و کبرویہ کا اور ایک روپیہ سلسلۂ شطاریہ و شاذلیہ کا۔ مسترشد نے اس پر عمل کیا' بچّے نے شفا پائی اور اس نے مقررہ نیاز لا کر پیش کی۔ (ص ۸۹، ۹۰)

انگوٹھی

بارے در شرفِ زہرہ و در قمر ساختنِ دو انگشتری اتفاق افتاد و بدو کسے از نسواں حوالہ نمود۔ (ص ۱۱۰)

ایک بار میں (شاہ صاحب) نے شرفِ زہرہ در قمر میں دو انگوٹھیاں بنائیں اور دو عورتوں کو (پہننے کے لیے) دیں۔

فضائلِ درود

ازاں جملہ آنست کہ خوانندۂ درود از رسوائی دنیا محفوظ مے ماند و خللے در آبرو نہ بیند۔ (ص ۲۷۶-۲۷۷)

درود شریف کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی آبرو میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

غوثِ اعظم

شاہ صاحب نے اپنے ارشادات میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے متعدد مواقع پر 'غوثِ اعظم' کا استعمال کیا ہے (ص ۸۱-۲۸۵) غوثِ اعظم کا استعمال بعض حضرات کی نظر میں قابلِ اعتراض ہے۔

سداسہاگ

درہنگام عبور در احمد آباد بر قبہ موسیٰ سہاگ کہ مجذوبے مشہور بود گزر افتاد۔ (ص ۳۳۶)

(ایک سفر کے دوران) احمد آباد سے گزرتے ہوئے موسیٰ سہاگ کی قبر پہ تشریف لے گئے جو ایک مشہور مجذوب تھے۔

یہ بزرگ سداسہاگی فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور

اتباع وے ہمہ متشبہین بہ نساء بودند و دریں تشبہ اقتدا بوے داشتند۔ (ص ۳۳۶)

موسیٰ سہاگ کے پیرو ان کی اقتدا میں (لباس واوضاع میں) عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے تھے۔

شاہ صاحب کے ان ملفوظات و معمولات کو پڑھ کر شاہ صاحب کی طرف ان کے انتساب میں تأمل ہوتا ہے اور سوچنا پڑتا ہے کہ یہ شاہ صاحب کے ہو سکتے ہیں؟ اس تأمل کی وجہ یہ ہے کہ اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔

ہمیں تسلیم ہو یا نہ ہو اور پسند آئے یا نہ آئے ان ملفوظات و معمولات کے شاہ صاحب کی طرف استناد میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ القول الجلی اس شخص کی مرتبہ ہے جو شاہ صاحب کا سب سے مستند ترجمان تھا، جسے خود شاہ صاحب نے "اعز الاخوان و اجلہ خلان" لکھا ہے اور جسے شاہ عبد العزیز نے شاہ صاحب کا "اجل خلفاء" لکھا ہے۔ پھر اس نے

ہیچ چیز دریں رسالہ بقید قلم نیاوردہ

اس رسالے میں کوئی بات ایسی

مگر کہ برآں جناب مکرر عرض شدہ و بشرف اصلاح تشریف یافتہ۔ (ص ۴)

نہیں لکھی جو ایک سے زیادہ بار شاہ صاحب کو نہ دکھائی گئی ہو اور اس پر شاہ صاحب نے (ضرورت ہوئی تو) اصلاح نہ فرما دی ہو۔

پھر خود شاہ صاحب نے اس کتاب کی تصدیق و تصویب فرما دی تھی۔

ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب کا بڑا حصہ شاہ صاحب کے جن ملفوظات و ارشادات پر مشتمل ہے وہ نئے نہیں ہیں بلکہ ان کی تالیفات سے منقول و مقتبس ہیں اور یہ تالیفات سب کی سب غیر مطبوعہ نہیں ہیں بلکہ ان میں تفہیمات الٰہیہ، فیوض الحرمین، ہمعات، انفاس العارفین مطبوعہ ہیں۔

کسی بھی شخصیت سے اعتنا اور اس کے افکار و آرا کے جائزے کے سلسلے میں صحیح اور دیانت دارانہ طرز فکر و عمل یہ ہے کہ ہم یہ تحقیق کریں کہ اس کے افکار و آرا کیا ہیں، نہ کہ کیا ہونے چاہئیں! اور تحقیق و تلاش کے بعد ان افکار و آرا ہی کو تسلیم کر کے یہ فیصلہ دیں کہ ان کو رد کریں یا قبول، اور اس شخصیت کو پسند کریں یا ناپسند۔ یہ طرز فکر و عمل صحیح نہیں ہے کہ پہلے ہم یہ طے کریں کہ صحیح نظریہ یا مسلک یہ ہے۔ لہٰذا اس شخصیت کا بھی یہی نظریہ اور مسلک ہونا چاہئے اور اس کے منہ میں اپنے الفاظ کو ڈال دیں، اس کی تحریروں میں الحاقات کے ذریعے اپنے پسندیدہ نظریات شامل کر دیں یا مستقل رسائل و کتب تصنیف کر کے اس کی طرف ان کا انتساب کر کے اسے اپنے پسندیدہ مسلک سے مشرف کر دیں۔

شاہ صاحب کے ساتھ تو ابتدا ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا۔ اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب

کردی گئیں :

(۱) قرۃ العین فی ابطال شہادت الحسنین

(۲) جنۃ العالیۃ فی مناقب المعاویۃ

(۳) البلاغ المبین

(۴) تحفۃ الموحدین

(۵) اشارہ مستمرہ

(۶) قولِ سدید

پہلی دو کتابیں ایک شیعہ مؤلف، مرزا لطف علی نے منسوب کی ہیں مگر ان کا صرف نام ہے وجود نہیں ہے، باقی چار کتابیں بار بار طبع کی جاتی رہیں اور ان ہی کی کثرتِ اشاعت سے شاہ صاحب کے مسلک کے متعلق جو تاثر اب تک عام رہا ہے وہ "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کے مشتملات کے برعکس ہے۔

شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبد العزیز کی کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کیے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے براءت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔

مقدمہ

از کلکِ گوہر ریز عالم اجل، فاضلِ اکمل، قاموس علوم و اسرار مجمع الفضائل والمکارم، قدوۃ الاصاغر والاکابر، یادگار علمائے سلفِ صالحین، محقق العصر حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی دہلوی المصداق سرّٗ لابیہ، نبیرۂ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی بسط اللہ تعالیٰ ظلال رأفتہ علیٰ رؤس العالمین۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور کتاب القول الجلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ

حضرت شیخ احمد قطب الدین شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی قدس سرہٗ

ولادت : طلوعِ آفتاب کے وقت بدھ کے دن ۴ شوال ۱۱۱۴ھ

(۲۱ فروری ۱۷۰۳ء)

وفات : ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ (۲۱ اگست ۱۷۶۲ء)

آپ کی جلالت قدر اور علمی منزلت کے سب قائل ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے کتاب "اَبْجَدُ العُلُوم" کے صفحہ ۹۱۳ میں لکھا ہے:

(ترجمہ) میں نے تفصیل کے ساتھ آپ کا بیان اپنی کتاب "اتحاف النبلاء" میں لکھا ہے اور ہمارے معاصر مولوی محمد محسن بن یحییٰ البکری التیمی الترہتی مرحوم نے اپنی کتاب "الیانع الجنی" میں آپ کا ذکر نہایت بلاغت کے ساتھ نفیس پیرایہ سے کیا ہے۔ انھوں نے آپ کے ابتدائی اور انتہائی احوال شرح و بسط سے بیان کیے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل کے ساتھ آپ کے احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو تو وہ آپ کی تالیف کی طرف مراجعت کرے الخ

آپ کے احوال اور علم و فضل کا بیان تفصیل کے ساتھ یا اختصار کے ساتھ علمائے کرام نے بہ کثرت کیا ہے البتہ آپ کی تالیفات کے ساتھ بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ صحیح طور پر کہا نہیں جا سکتا کہ ان کی تعداد کیا ہے، مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں اکسٹھ کتابوں کے نام لکھے ہیں، مولانا ڈاکٹر مظہر بقا نے "اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ" میں ستر کتابوں کا ذکر کیا ہے، اور شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا سید محمد نعمان مولف "اعلام الہدیٰ" یعنی تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی، اپنے مکتوب میں جو شاہ ابو سعید حسنی کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں،

صاحبِ من! ظاہر اصحبت ایشاں رو بہ استتار کشیدہ۔ تصنیفات آنحضرت قریب بہ نود بل زیادہ در علوم دین از تفسیر و اصول و فقہ و کلام و حدیث مثل حجۃ اللہ البالغہ و اسرار فقہ و

جنابِ من! حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے آپ کی تصنیفات نوّے کے قریب بلکہ اس سے زیادہ علوم دین میں ہیں تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے

منصور و ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا و ترجمہ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتاد نود جزو کلاں بہ حجم خواہد بود و دیگر رسائل در حقائق و معارف مثل الطاف القدس و ہمعات و فیوض الحرمین و انفاس العارفین وغیرہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت مے دہند، مے باید کہ عزیمت بر ایں آرند کہ ہمہ را نویسانیدہ رائج نمایند الخ

حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، منصور، ازالۃ الخفاء، اور ترجمہ قرآن کہ ان میں سے ہر ایک اسّی نوّے جز میں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق و معارف میں ہیں جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور دوسری کتابیں جو حضرت والا کی صحبت اور برکت خدمت کا پتا دیتی ہیں چاہیے کہ آپ اس کا عزم کر لیں کہ سب کو لکھوا کر رائج کریں۔

یہ مکتوب حیدر آباد سندھ کے مجلہ "الرحیم" کی جلد ۲ شمارہ ۳ از ماہ اگست ۱۹۶۵ء میں چھپا ہے۔

مولانا برکاتی نے "شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات" کا عنوان دے کر درد انگیز مضمون لکھا ہے "ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوطِ دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا" اور بارہ کتابوں کے متعلق (۶۱ میں سے) لکھا ہے "خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے"۔ اور لکھا ہے "شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا اقدام یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی"۔ آپ نے ۱۔ البلاغ المبین ۲۔ تحفۃ الموحدین ۳۔ اشارۂ مستمرہ ۴۔ قول سدید کے نام لکھے ہیں اور دو نام قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسین ۲۔ الجنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ

لکھے ہیں کہ ان دو کو ارباب تشیع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ "مکمل رسائل وکتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا و بے جا ترمیم واضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی"۔ اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے "یہی معاملہ شاہ صاحب کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت اضافہ ہو گیا ہے یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کر رہے ہیں یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کئی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے کی ہے فرمایا:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر۔

مولانا برکاتی نے "البلاغ المبین" وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے مندرجہ رسائل میں اہل السنّت والجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشددانہ افکار پیش کئے گئے ہیں جن کو یہ حضرات تمسک بالکتاب والسّنۃ کا نام دیتے ہیں اور "جو کتاب توحید" کی بازگشت ہیں۔ اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

واضح رہے "کتاب التوحید" محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ہے، اردو میں اس کا خلاصہ اور بیان "تقویۃ الایمان" کے نام سے چھپا اور نجد کے ارباب اقتدار اور بن باز وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے تقویۃ الایمان کا خلاصہ اب عربی میں "کتاب التوحید" کے نام سے ہوا ہے۔ اس طرح کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کا ظہور ہوا، یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

مولانا سید محمد فاروق مترجم کتاب "انفاس العارفین" نے تقدیم کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے: اس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد شاہ نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ صاحب کی تفہیمات کی یہ عبارت پیش کی جا سکتی ہے جو اُن کی ساری تعلیمات میں ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے حالانکہ شاہ صاحب کے دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور تحریف کرنے والوں کی یہ عبارت لکھی ہے)

(نعوذ باللہ) کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود او ماضاھاھا لاجل حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثما اکبر من القتل والزناء الیس مثلہ الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعو اللات و العزّٰی۔ (تفہیمات الٰہیہ مطبوعہ حیدرآباد سندھ، تفہیم ۲۲، ص ۴۹، ج ۲)

ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لیے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو (بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے، کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات و عزّٰی کو پکارتا ہے۔

عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کا ملانے والا شریعت مطہرہ کے اصول و قواعد سے بے بہرہ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ کسی فعل کے ثواب کو یا گناہ کو فرض قطعی کے ثواب سے یا حرامِ قطعی کے گناہ سے زیادہ اور بڑا اقرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہ نہیں معلوم کہ قتل کرنے

اور زنا کرنے کے گناہ کا منکر کافر ہے اور اجمیر شریف اور بہرائچ شریف کسی حاجت کے لیے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس میں گناہ نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہے۔

علامہ سید سمہودی رحمہ اللہ نے کتاب "وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کی دوسری جلد کے صفحہ ۴۱۰ میں لکھا ہے: مروان نے ایک شخص کو قبرِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتحیۃ پر اپنا رخساروں کو رکھے دیکھا۔ مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا ہوں، میں نے آپ سے سنا ہے دین پر اس وقت گریہ کرو جب دین کی زمام دینداروں کے ہاتھ میں ہو بلکہ اس وقت گریہ کرو جب دین کی زمام غیر دینداروں کے ہاتھ میں آجائے۔

اس مبارک حدیث کے سنانے والے اور قبر مطہر پر اپنا رخسار رکھنے والے صحابی جلیل القدر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔[1]

---

[1] یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں لکھی ہے:

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عبد الملك بن عمرو حدثنا كثير بن زيد عن داود بن أبي صالح قال أقبل مروان يوماً فوجد رجلاً واضعاً وجهه على القبر فقال أتدري ما تصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا وليه غير اهله۔

(مسند امام احمد ابن حنبل ج ۵، ص ۴۲۲)

تقی انور

مولانا سید محمد فاروق نے تقدیم کے صفحہ ۱۲ میں کیا خوب لکھا ہے جزاہ اللہ خیراً:

"ہماری ملی تاریخ میں کسی چیز پر امت کا مسلسل کاربند ہونا بجائے خود ایک شرعی دلیل اور حجت ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اگر چودھری غلام احمد پرویز اس تعامل کا انکار کریں تو وہ مجرم گردن زدنی ٹھہریں لیکن ہم میں سے بعض محققین توحید کے نام پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں تو وہ اسلامی خدمت قرار پائے شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین، القول الجمیل، الدر الثمین اور انفاس العارفین میں بزرگانِ دین کے واقعات، کرامات، اشغال و اوراد، چلّوں، روحانی امداد اور اس قبیل کی جو سینکڑوں حکایتیں، مثالیں اور اپنے معمولات ذکر کیے ہیں، وہ اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی ہیں، پھر جگہ جگہ شاہ صاحب نے "کاتب الحروف می گوید" کے الفاظ کے ساتھ انھیں اپنی طرف سے سندِ تحسین بھی دی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ڈاکٹر ظہور الدین احمد کا وہ جملہ نقل کر دوں جو انھوں نے انفاس العارفین کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں اُن کے لیے اس تذکرے (انفاس العارفین) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے انکار شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے مترادف ہے"۔

یہ عاجز کہتا ہے مولانا سید محمد فاروق نے لکھا ہے: "توحید کے نام سے پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں"۔ کاش! مولانا فاروق چار دہ صد سالہ تاریخ لکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منبرِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام پر قیام فرمانے کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوئے بلکہ ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے انھوں نے مسنون مقام چھوڑا۔ اور القدس کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار یہودی عالم سے جو کہ آپ کے

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

افسوس صد افسوس اب اُس شخص کو مشرک کہا جاتا ہے جو آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں کی تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور اب تیس چالیس سال سے "اصحابِ توحید" منظم طریقہ سے "اصلاح" کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں، عاجز کے پاس حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن مجید طبع کردہ حکیم غلام نجف، مطبع سلطانی میں ۱۲۶۴ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیّدی الوالد قدس سرہٗ کے استعمال میں رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۷۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتا چلا ہے اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں عاجز ان کو لکھتا ہے:

(۱) سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

"اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اس وقت اندھے ہو گئے۔"

تحریف کرنے والے نے "اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا" کو "اللہ کے نبی نے دینِ اسلام کو روشن کیا" کر دیا۔ اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔

تحقیق تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی۔

یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مبارک ذات ہے،

ہاتھ پر ایمان لے آئے تھے، فرمایا:

هَلْ لَكَ اَنْ تَسِيْرَ مَعِيَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

کیا تمہاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ چلو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔

چنانچہ کعب احبار فلسطین سے سفر کر کے آپ کی قبرِ مطہر کی زیارت کے واسطے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کا نام تک نہ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور وہ ملک شام سے روانہ ہو کر آپ کی زیارت کے واسطے روضۂ مطہرہ پر آئے، اور اب مدعیانِ سنّت کے نزدیک آپ کی زیارت کے واسطے جانے والا مشرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معمول تھا کہ آثارِ نبویہ سے مواظبت کے ساتھ برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں جن جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا یا نماز پڑھی تھی وہ بھی ان مبارک مقامات میں قیام کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم کا بھی یہی معمول رہا۔ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۶۹ میں حضرت سالم کے عمل کو بیان کر کے حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں اور وہ اسی جگہ کو اپنا مصلّٰی بنا لیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عتبان نے اس مبارک جگہ کو اپنا مصلّٰی بنایا۔

یہ واقعہ بیان کر کے ابن حجر نے لکھا ہے:

هو حجة في التبرك بآثار الصالحين۔

یعنی یہ واقعہ اللہ کے نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے حجت ہے۔

اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتاب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔

(۲) سورۂ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے:

"اللہ دنیا میں پھیر لاوے گا مرنے کے بعد۔"

محرّف نے لفظ "دنیا میں" نکال دیا ہے اور لکھا ہے،

"اللہ پھیر لاوے گا مرنے کے بعد۔"

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ ہونے کے لیے کی گئی ہے۔ افسوس ہے اس مُصلح نے "پھیر لاوے گا" پر غور نہ کیا جہاں سے لے جانا ہوتا ہے لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اس شخص کو چاہئے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ کو حذف کردے کیونکہ اس میں حضرت عُزَیر کا پورے ایک سو سال بعد اُسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت شاہ رفیع الدین کے نواسے مولانا ظہیر الدین سید احمد نے سو سال پہلے لکھا ہے:

"آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کردیا ہے اور درحقیقت وُہ تصانیف اس میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیّر و تبدّل کردیا" الخ

مجلّہ "الرحیم" کے مدیر نے ماہ فروری ۱۹۶۸ء کے پرچہ میں لکھا ہے:

"شاہ ولی اللہ صاحب کی خاص باتیں جو انھوں نے مقبول عام

باتوں کے ضمن میں لکھی ہیں اگر آج بھی ان کو الگ کر کے پیش کیا جائے تو اکثر راسخ العقیدہ بزرگ ان سے بھڑک اُٹھتے ہیں اور گو وہ شاہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے چُپ رہتے ہیں لیکن اُن پر کُڑھتے ہیں مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے مولانا مسعود عالم مرحوم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے کیونکہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ جاتے ہیں۔"[1] (رسالہ الرحیم ص ۶۲۷ فروری ۱۹۶۸ء)

مولانا سید سلیمان کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "انفاس العارفین" اور "القول الجلی فی آثار الولی" کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ ان دونوں کتابوں میں "اصحابِ توحید" اور علم ظاہر کے اکثر علماء کرام کی سمجھ سے بالاتر باتیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے حضرات صوفیۂ اعلام قدس اللہ اسرارہم العلیہ کی اصطلاحات اور اُن کے انداز بیان میں بہت کچھ لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ کا پایہ اگر علم ظاہر میں بلند سے بلند تھا علم باطن میں بھی اولیاءِ برگزیدہ میں سے ایک فردِ اکمل تھے۔ آپ جس وقت علم باطن کے اسرار و رموز بیان فرماتے ہیں کاملِ الوصال کی سرشاری ظاہر و باہر ہوتی ہے۔ مولانا برکاتی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۶ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد نقل کیا ہے: "بعد مراقبہ ہرچہ بہ کشف مے رسید می نگاشتند"۔ یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے جو کچھ آپ کے پاک سینہ پر اس وقت منکشف ہوتا تھا آپ اس کو قلم بند کرتے تھے سرشارانِ جامِ الست کی یہی کیفیت ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

---

[1] سید صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعبیرات ایسی نازک ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان پُل صراط کا فرق رہ جاتا ہے۔ (الرحیم، جنوری ۶۴ء)
تقی انور

شیخ احمد فاروقی کے بیان کردہ اسرار و معارف پر بعض ظاہر بینوں نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا:

این فقیر کہ این ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار این طائفہ علیہ نوشتہ است بے مزج سکر، حاشا وکلا کہ آں حرام و منکر است و گزاف و سخن بافی است سخن بافان کہ بہ صحو خالص متصف اند بسیار اند، چرا این قسم سخنان نہ بافند و دلہائے مردم را از جا نہ برند ؎

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

(دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

یعنی اس طائفہ عالیہ کے علوم و اسرار کے بیان کرنے میں فقیر نے جو یہ تمام دفاتر لکھے ہیں کیا یہ سب سکر و سرشاری کی آمیزش کے بغیر لکھے گئے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ایسا کرنا منکر اور حرام اور سخن سازی ہے۔ وہ سخن ساز جو اس سکر و سرشاری سے خالی ہیں کیوں اس قسم کی باتیں نہیں بناتے اور کیوں نہیں لوگوں کے دلوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکے ؎

(ترجمہ) حافظ کی یہ ساری فریاد آخر بیکار اور لغو نہیں ہے قصہ بھی انوکھا ہے اور بات بھی نرالی ہے۔

جو افراد ان علوم و اسرار سے بے بہرہ ہیں اور اس چاشنی سے ناآشنا ہیں وہ یقیناً حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارتوں میں تحریفات کریں گے اور ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ جڑیں گے جیسا کہ حضرت مجدد پر جڑ چکے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے مولانا مسعود عالم کو جو نصیحت کی ہے یہ اس وقت کی نہیں ہے جبکہ وہ خود اس شاہراہ پر آ گئے تھے اور فنا فی الشیخ کی وادی میں گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ؎

پا کر تجھے اپنے کو میں کیا بھول گیا ہوں — ہر سود و زیاں دوسرا لہ بھول گیا ہوں

(از سید سلیمان ندوی) کہ

جس دن سے مرے دل میں تری یاد بسی ہے — ہر ایک کو میں تیرے سوا بھول گیا ہوں
منظور تری چشم رضا جب سے ہوئی ہے — امید جزا خوف سزا بھول گیا ہوں
آتا ہے خدا بھی ترے صدقہ میں مجھے یاد — گویا کہ بہ ظاہر میں خدا بھول گیا ہوں
سجدہ طرف کعبہ ہے دل تیری طرف ہے — اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

(سلیمان نمبر معارف اعظم گڈھ مئی ۱۹۵۵ء ص ۳۲۳)

یہی مولانا سید سلیمان تھے جو اپنی آزادی کے دوران میں سرہند شریف آستانہ عالیہ مجددیہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ گئے اور حضرت کے مزار پر انوار پر فاتحہ نہیں پڑھی اور مسجد شریف کی دیوار پر بیٹھ گئے اور حضرت مجدد آپ پر ظاہر ہوئے الخ اور یہی مولانا سید سلیمان حضرت شاہ ولی اللہ کو مولانا اسمٰعیل کا حقیقی معلم سمجھتے تھے۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ یُغَیِّرُ وَلَا یَتَغَیَّرُ وَسُبْحَانَ مَنْ لَّا یَقْبَلُ الزَّوَالَ۔

یہ عاجز ملفوظ ہذا میں شاہ ولی اللہ کا بیان لکھ رہا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عمر اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت تقریباً سترہ سال کی تھی آپ نے

لہ دنیا و عقبیٰ

کہ علامہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس غزل میں اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کر کے اپنا حال عرض کیا ہے۔ حضرت سید صاحب اپنے عہد کے علماء میں جو اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سید صاحب کے اس وجدان اور مرشد سے عشق (پیر پرستی) پر معلوم نہیں "علماء اصحاب توحید" شرک جلی کا فتویٰ صادر کریں گے یا شرک خفی کا۔ (تقی انور)

ایک دن اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز سے فرمایا :

ما بر مزار شریف متوجہ بروحانیت	میں (شاہ ولی اللہ) اپنے والد ماجد
ایشاں مے نشستیم پس راہِ حقیقت	کے مزار شریف پر ان کی روحانیت
بر ما کشادہ شد۔	کی طرف متوجہ ہو کر اکثر اوقات
	بیٹھا کرتا تھا پھر حقیقت کی راہ مجھ پر کھلی۔

حضرت والد ماجد کی روحانیت سے آپ پر راہِ حقیقت کھلی اور ۱۱۴۳ھ کو اپنے ماموں اور خسر کے صاحبزادے جو آپ سے چار سال چوبیس دن بڑے تھے اور آپ کے ہمدم و مونس اور آپ کے خلیفۂ با اختصاص اور آپ کے تالیفات کے نگراں جناب شیخ محمد عاشق پھلتی جن کی ولادت ۱۰ رمضان ۱۱۱۰ھ میں ہوئی اور "محمد غازی" آپ کا تاریخی نام ہے اور دیگر رفقا کے ساتھ حج اور زیارت روضۂ مقدسہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ (شاہ ولی اللہ) نے فرمایا :

۱ فراغت یافتم از حج و عمرہ — چو احرام سرِ کوئے تو بستم

۲ چو دیدم روئے زیبائے تو جاناں — ز تشویشِ وجودِ خویش رستم

۳ بیا ساقی بدہ جام شرابے — کہ مخمورِ صبوحیِ الستم

(ترجمہ : (۱) میں حج و عمرہ سے فارغ ہو گیا جب آپ کی گلی کا احرام میں نے باندھا۔

(۲) اے جاناں! جب آپ کا زیبا چہرہ میں نے دیکھ لیا اپنے وجود کی تشویش سے میں نے چھٹکارا پا لیا۔

(۳) آؤ ساقی! مجھ کو اس شراب کا جام دو کیونکہ میں تو اَلَستُ بِرَبِّکُم کی صبوحی کا مخمور ہوں)

اور پھر آپ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا : [1]

۱ إذا ما أتتني أزمة مدلهمة — تحيط بنفسي من جميع الجوانب

۲ تطلبت هل من ناصر أو مساعد — ألوذ به من خوف سوء العواقب

۳ فلست أرى إلا الحبيب محمدا — رسول إله الخلق جم المناقب

۴ ومعتصم المكروب في كل غمرة — ومنتجع الغفران من كل تائب

۵ وقد كان نور الله فينا لمهتد — وصمصام تدمير على كل ناكب

(ترجمہ : (۱) جب اس تاریک مصیبت نے جس نے تمام جانبوں سے میرے نفس کو گھیر رکھا تھا مجھے بے چین کیا۔

(۲) میں نے تلاش کیا، کیا کوئی معین و مددگار ہے کہ انجاموں کی برائی کے خوف سے اس کی میں پناہ پکڑوں۔

(۳) تو میں نے نہ دیکھا بجز حضرت محمد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخلوق کے معبود کے رسول اور گھنی تعریفوں والے ہیں۔

(۴) اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کو بچانے والے اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کی چراگاہ ہیں۔

(۵) اور ہدایت کے طلبگار کے لیے وہ ہم میں اللہ کے نور اور ہر منہ موڑنے والے کے لیے اللہ کی تلوار ہیں)

سات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے علماءِ کرام سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استادِ گرامی ابو طاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم المدنی الکردی الکورانی الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کی تالیف "ردِّ روافض"

---

[1] قصیدہ اطیب النغم مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

عربی میں منتقل کی اور اس کا نام "اَلْمُقَدِّمَۃُ السُّنِّیَۃ فِی الْاِنْتِصَارِ لِلْفِرْقَۃِ السُّنِّیَۃ" رکھا۔ اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد کی ہے لائقِ مطالعہ ہے اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے "قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ" لکھ کر کیا ہے ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی قسم کا ناجائز تصرف [illegible] کیا ہے۔ اس مبارک رسالہ کا نسخہ جب عاجز کو دستیاب ہوا [illegible] نیک اطوار، ڈاکٹر ابو الفضل محمد فاروقی رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ [illegible] ۱۶ دسمبر ۱۹۸۳ء کو حضرت شاہ ابو الخیر اکادمی دہلی ۶ سے اس کو شائع کیا جزاہ اللہ خیر الجزاء وجعل الجنۃ مثواہ۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ سے اور بقیع غرقد میں قبۂ اہل بیت اطہار سے آپ نے خوب فوائد حاصل کیے۔ حضرات ائمۂ اہل بیت سے آپ کو نیا طریقہ ملا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر "فیوض الحرمین" میں کیا ہے۔

۶ یا ۷ شعبان کو آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے شیخ محمد عاشق نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص اونٹ پر مجھ کو جگہ دی۔

واضح رہے کہ حجاز مقدس میں اونٹ کے دونوں طرف تقریباً چار چار فٹ لمبے کھٹولے ہوا کرتے تھے اور ہر کھٹولا میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ ان کھٹولوں کو شغدف کہا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے ۱۱ شعبان ۱۱۴۴ھ کی رات کو منزلِ رابغ میں حضرت نے فرمایا: "اگر کوئی میرے بیان کئے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح

لکھ لے کہ لوگ سمجھ سکیں وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا۔"

آپ نے لکھا ہے یہ سُن کر میں نے اسی وقت کچھ لکھا اور پھر باقاعدہ ۱۵ شعبان کو مکہ مکرمہ میں اس کام کو شروع کیا اور اس کا نام "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" رکھا۔

اسّی نوّے سال پہلے تک اس کتاب کے چند نسخوں کا پتا چلتا ہے مولانا رحمان علی مؤلفِ کتاب "تذکرۂ علمائے ہند" اور سید صدیق حسن خاں کے پاس یہ کتاب تھی لیکن اب اس کتاب کا کامل نسخہ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے علاوہ غالباً دوسری جگہ نہیں ہے۔ خدا بخش لائبریری میں ناقص نسخہ ہے۔ اس کتاب کی تین قسمیں یعنی تین فصلیں ہیں۔ پہلی قسم باقی دونوں قسموں سے بڑی ہے اور یہی حصہ خدا بخش لائبریری میں نہیں ہے۔

تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے سجادہ نشین محترم گرامی جناب مولانا مولوی محمد مصطفےٰ حیدر قلندر ہیں اُن کے برادر خورد محترم گرامی جناب مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر ہیں۔ تکیہ ان صاحبان کے دم سے آباد ہے تین سال ہوئے ہیں کہ عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ جناب برادر خورد کے بڑے صاحبزادے مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی حفظہ اللہ ووفقہ لما یحبہ ویرضاہ نے کتاب "القول الجلی" کا بامحاورہ بہت عمدہ ترجمہ اردو میں "سَعْیُ التَّقِیِّ فِی تَرْجَمَۃِ الْقَوْلِ الْجَلِیّ" کے نام سے کیا ہے۔ عاجز نے چند جگہ سے ترجمہ کو اصل سے ملا کر دیکھا اور بہت دل خوش ہوا کہ جناب مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے مترجم سلمہٗ نے اس کے مفہوم کو صحیح پیرائے میں بیان کیا ہے نیز جابجا بہترین صوفیانہ شرح حواشی میں کی ہے۔ اس کتاب سے حضرت شاہ ولی اللہ کے صحیح حالات منظرِ عام پر آجائیں گے۔ آپ اگر علم ظاہر میں یگانہ دہر تھے تو علم باطن میں بھی اللہ تعالیٰ

وہم بعیر وہم غنم، تعلیم اسمار مرآدم را من بودم، وآنچہ نوح طوفان شد وسبب
نصرت او شد من بودم، آنچہ برابراہیم گلزار گشت من بودم، توریت موسیٰ من
بودم، احیاء عیسیٰ میت را من بودم، قرآن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم من بودم
والحمد للہ رب العلمین۔

پس بر حضرت ایشاں ایں کلام گراں آمد کہ عادت شریف اخفائے امثال ایں امور بود اما معلوم فرمودند کہ عدم اظہار ایں معنی موجب نوعے از حرج خواہد بود مضطر شدہ آں را بیان فرمودند ودراں حال آثار شدت وکلفت در روئے مبارک حضرت ایشاں مشاہدہ مے افتاد، چنانچہ در بعض اوقات درحال وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتے طاری می شد بسبب من اسرار اللہ تعالیٰ ہم چنیں کمل ورثہ بعض احیان ازاں معنی خالی نہ می باشند۔ (اصل ص ۳۶) ترجمہ اردو صفحہ ۵۴۔

"ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس شریف کے موقع پر آپ مزار شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے، ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبدالرحیم ہے اور ایک سے انسان ہے اور ایک سے حیوان اور ایک سے نامی اور ایک سے جسم اور ایک سے جوہر اور ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور ایک اعتبار سے پتھر بھی ہوں، درخت بھی ہوں، گھوڑا بھی، ہاتھی بھی، اونٹ بھی، بھیڑ بھی "آدم کو اسمار کی تعلیم" میں تھا، نوح کا طوفان جو اٹھا اور ان کی کامیابی کا سبب ہوا وہ میں تھا، ابراہیم پر جو گلزار ہوا وہ میں تھا، موسیٰ کی تورات میں تھا، عیسیٰ کا مردے کو زندہ کرنا میں تھا، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا، سب تعریف اللہ رب العلمین کے لیے ہے۔"

کے فضل وکرم سے صاحب طریق تھے۔ آپ کا کشف بے مثال تھا اور آپ کے انکشافات کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عاجز نے جناب مولانا محمد مجتبیٰ حیدر سے شاہ ولی اللہ کے چودہ ملفوظات لیے ہیں جو القول الجلی میں تحریر ہیں تاکہ حضرت اقدس سرہٗ کے صحیح حالات کا سب کو علم ہو اور حقیقت امر واضح ہو کہ آپ اہل سنت وجماعت کے مقتدا تھے، وہابیہ اور "اصحاب توحید" کے عقائد سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اب ناظرین کرام حضرت کے ملفوظات اور انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ کو گروہ اسمٰعیلیہ، وہابیہ، غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفات و تزویرات کرکے اپنے رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے چند مکشوف اور ملفوظ

۱

روزے[۱] عرس حضرت بزرگ بود قدس سرہٗ حضرت ایشاں برمزار پر اسرار نشستہ بودند کہ ناگاہ حق سبحانہٗ بحضرت ایشاں الہام فرمود کہ ایں تقریر را بمردم برسانید۔ وہو ہذا

ایں فقیر نسبت شتی دارد، بہ یک لسان ولی اللہ بن عبدالرحیم است وبہ دیگرے انسان است، وبہ دیگر حیوان وبہ دیگر نامی وبہ دیگر جسم وبہ دیگر جوہر وبہ لسان آخر ہست است وبہ اعتبار آں لسان ہم حجرم ہم شجر ہم فرس ہم فیل

۱؎ اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپ اپنے والد ماجد حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب کا عرس کرنے کے پابند تھے۔ حضرت اقدس کا عرس حضرت شاہ عبدالعزیز کیا کرتے تھے بلکہ کتاب ہذا میں آپ کے سوئم اور اس میں فاتحہ خوانی کا ذکر بالتفصیل ہے۔

ایسے امور کے متعلق آپ کی عادت چھپانے کی تھی، لیکن آپ کو محسوس ہوا کہ ان چیزوں کا ظاہر نہ کرنا کسی خاص بات کا سبب بن جائے گا لہٰذا مجبور ہو کر آپ نے بیان فرمایا اور یہ اولیاء کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ آپ کی اُمت کے اصحاب کمال بھی اس حالت سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت شدت طاری ہوتی تھی جس وقت آپ نے اس الہام کا بیان فرمایا اس وقت شدت اور کلفت کے آثار آپ کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔

تشریح: یہ عاجز کہتا ہے ارباب طریقت کے لیے اس مبارک کشف میں کوئی غرابت نہیں ہے۔ اصحاب قلوب جب مراقبہ کرتے ہیں اور صفات تکوینیہ کی تجلیات سے سرشار ہوتے ہیں ان پر وحدت وجود کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے دفتر اول کے مکتوب ۲۹۱ میں لکھا ہے:

"ایسی توحید والے ارباب قلوب اگر اسی مقام سے عالم کو مراجعت کریں گے تو عالم کے ہر ذرہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے۔"

یعنی مراقبہ میں لطائف کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ مراقبہ صفات ہو یا ذات، عروج کے وقت سالک اس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے، اور جب لطائف کا نزول ہو چکتا ہے تو اس پر صحو طاری ہو جاتا ہے البتہ خمار اور سرور کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور اگر سالک کے لطیفہ کو عروج ہوا اور وہ اس حالت میں مراجعت کر لے تو دنیا کے ہر ذرہ میں اس کو وہی کیفیت نظر آئے گی جو مراقبہ میں پیش آتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ سے وابستہ تھے۔

۱۱۴۴ھ میں کامل سات مہینے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ علم ظاہر میں وہاں کے گرامی قدر علما سے استفادہ کیا اور علم باطن میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ کی خاک روبی کی اور حضرات اہلبیت اطہار کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور وہاں مراقبات کرنے سے درجات کمال پر فائز ہوئے۔ آپؒ نے الدرالثمین میں حضرات حسنین کی عنایتوں کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے:

فَمِنْ يَوْمَئِذٍ اِنْشَرَحَ صَدْرِیْ	اس دن سے میرا سینہ کھل گیا
لِلتَّصْنِيْفِ فِی الْعُلُوْمِ الشَّرْعِيَّةِ	علوم شریعت کے تصنیف کرنے میں
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔	والحمدللہ۔

اور آپؒ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ جب میں نے اہل بیت اطہار کے قبور کی زیارت کی مجھ پر ایک خاص طریقہ کا اظہار ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا طریقہ ہے۔

اہل تمکین اور اصحاب صحو و آگاہی ایسے امور کا اظہار نہیں کرتے ہیں اور آپ کو حکم ملا کہ اس کا اظہار کریں۔ ہو سکتا ہے اس میں یہ حکمت ہو کہ خلائق کو معلوم ہو جائے کہ اصحاب قلوب پر ایسے واقعات ظاہر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اپنی نادانی کی بنا پر اس کا رد و انکار نہ کیا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مبارک ارشاد کو جناب سعدی شیرازی نے دو شعروں میں بیان کیا ہے فرمایا ہے:

مرا پیر دانائے روشن شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش	دوم آں کہ بر خویش خود بیں مباش

۲

حضرت ایشاں فرمودند کہ دوازدہم ربیع الاول بہ حسب دستور قدیم

قرآن خواندم وچیزے نیاز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت موئے شریف نمودم، در اثنائے تلاوت ملاء اعلیٰ حاضر شدند روح پُر فتوح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ جانب ایں فقیر و دوستداران ایں فقیر بہ غایت التفات فرمود و دراں ساعت کہ ملاء اعلیٰ و جماعت مسلمین کہ با فقیر بود بہ ناز و نیائش صعود مے کنند و برکات و نفحات ازاں حال نزول میفرماید۔ (ص ۴۳، ترجمہ ص ۹۸۔

یعنی حضرتؒ نے فرمایا: قدیم طریقہ کے موافق ۱۲ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی۔ تلاوتِ کلام پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ کا ورود ہوا (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پُر فتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیازمندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی ہے) ہو رہی ہے (اوپر اُٹھ رہی ہے) اور اس کیفیت کی برکتیں اور اس کی لپٹیں نازل ہو رہی ہیں۔

تشریح: اس ملفوظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ خاص ۱۲ ربیع الاول کو شاہ ولی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ اور نذر و نیاز دلوایا کرتے تھے اور یہ آپ کا پرانا طریقہ تھا اور نیک بخت حاضرین کو موئے مبارک از بس مکرم و مقدس کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی تقسیم کرتے تھے۔ تاریخ کی تعیین کی وجہ سے (پناہ بخدا) کراہت تو درکنار، آپ کو برکات اور انوار نظر آتے تھے، آپ حاضرینِ مجلس کے درجات بلند ہوتے ہوئے

دیکھتے تھے[1]۔ ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی۔

آپ نے رسالہ الدر الثمین کے صفحہ ۸ حدیث ۲۲ میں اپنے والد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں ایامِ مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے میلاد کا کھانا پکوایا کرتا تھا ایک سال کچھ پاس نہ تھا کچھ بُھنے چنے تھے ان کو میں نے تقسیم کیا، میں نے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بُھنے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ شاد و بشاش ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندی کے ساتھ میلاد مبارک کے دن خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۳

حضرت ایشاں فرمودند کہ در ایامِ عاشورا از جانب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشاں باید کرد، بنا بریں روزے چیزے از حلاوہ حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد ... سرور و ابتہاج در ارواحِ طیبہ ایشاں مشاہدہ افتاد و نیز ارشاد فرمودند کہ چوں در ارواحِ طیبہ اہل بیت رضی اللہ عنہم بہ امعان نظر تامل واقع شد بہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امتیازے و تمکینے و عظمتے مشاہدہ افتاد کہ مثل ذلک در دیگراں معلوم نہ شد و خیال واضح گشت کہ نسبتے کہ مخصوص اہل بیت است گویا از تلاحق افکار دراں حضرت تام و کامل

---

[1] حضرت اقدسؒ کو جو فیوض و برکات اور محفلِ میلاد مبارک میں ملائکہ کے نزول کے مشاہدات ہوئے وہ بالتفصیل آپ نے اپنی تالیف فیوض الحرمین (مطبوعہ) میں تحریر فرمائے ہیں

گشتہ و بعد ازاں اتباع ہماں نسبت وتلون باقی ماند وپس در اولیاء اللہ سطوتے وا بُہتتے کہ در غوثِ اعظم معلوم مے گردد در دیگرے یافتہ نمی شود۔

(ص ۷۹ و ۸۰) ترجمہ ص ۱۰۵

یعنی حضرتؒ نے فرمایا: عاشورا کے ایام میں حضرات ائمۂ اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر ارشاد ہوا کہ اُن حضرات کی فاتحہ کرائی جائے۔ چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کر کے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات ائمۂ اطہار کی ارواحِ طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوئے[1]۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا جب حضرات ائمۂ اہلِ بیت اطہار کی ارواحِ طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں نہ دیکھی گئی اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہلِ بیت میں ہے وہ افکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور اکمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوثِ اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی میں نظر آتی ہے وہ کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی۔

تشریح: اس مبارک ملفوظ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات

---

[1] آپ کے صاحبزادہ و جانشین سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تا حیات مجالس محرم کرنے کے پابند رہے جس میں صحیح و مستند روایات بیان فرماتے تھے اور کثیر مجمع ہوتا تھا، تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہزار تک لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

(فتاویٰ عزیزی مطبوعہ)

ائمۂ اہلِ بیت اطہار قدس اللہ اسرارہم کے ایماء اور خوشنودی کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ نے ایامِ عاشورا میں ان حضرات کی فاتحہ دلوائی۔

شاہ ولی اللہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت مبارکہ کے متعلق بہت خوب کہا ہے۔ حضرات مشائخ کبار نے ایک اور وجہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ اُمِ فروہ دختر حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت قاسم مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک امام تھے، حضرت جعفر کو ان سے علمی اور روحانی فوائد حاصل ہوئے علامہ بدر الدین نے حضرات القدس میں آپ کا یہ قول لکھا ہے: وَلَدَنِی ابوبکرٍ مَرَّتَیْن۔ میں ابوبکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں ایک جسمانی پیدائش ہے کہ وہ میرے نانا ہیں اور ایک روحانی پیدائش ہے کہ میں ان کے سلسلہ سے مستفید ہوا ہوں۔

۴

حضرت ایشان فرمودند کہ در عالم مثال دریکے از فرزندان خود جاہے و ثروتے تمام وعظمتے ونورانیتے عظیم مشاہدہ نمودم امید آن است کہ ایں معنی ظہور نماید و در بعضے از فرزندان علمے وسیع معلوم می شود واز بعضے دیگر بقائے نسل ادراک نمودہ مے اید۔ (ص ۸۲) ترجمہ ص ۱۰۶

یعنی حضرت نے فرمایا: میں نے عالمِ مثال میں اپنے فرزندوں میں سے ایک میں عزت، دولت، بڑائی اور عظیم نورانیت دیکھی۔ امید ہے اس کا ظہور ہوگا اور بعض فرزندوں کا علم وسیع معلوم ہوا اور دوسرے بعض سے نسل کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تشریح: آپ کے فرزند شاہ عبد العزیز کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت،

علمیت، نورانیت کی دولت سے نوازا۔ شاہ ولی اللہ نے کتابیں لکھیں اور شاہ عبدالعزیز نے چار اطراف میں اُن کے علم کو پھیلایا، آپ سارے ہندوستان کے مُسلّم استاد ہوئے۔ شاہ عالم بادشاہ نے جاگیر عنایت کی دو مواضع آپ کے اور آپ کے تین بھائیوں کے اور ایک بلاشرکت غیرے آپ کا[1]۔ بادشاہ آپ کے حلقۂ وعظ میں آیا کرتے تھے۔ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر آپ کے دست و بازو تھے۔ جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے آپ سکون سے رہے اللہ تعالیٰ ان حضرات پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔

۵

وقتے ظاہر شد کہ روح مبارک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیت آں جناب متوجہ حال فقیر و جمیع اطراف فقیر است و نیز روشن شد کہ نور الٰہی در عالم اجسام بہر دو قسم ظہور مے نماید۔ ظہور تشریعی و تکوینی۔ ظہور تشریعی بر ضبط قواعد کلیۂ شرعیہ است و ظہور تکوینی مبنی بر اقامتِ مصلحت کلیہ بغیر مراعات قواعدِ کلیہ، علمے کہ متعلق بہ اول باشد علم ظاہر است، و علمے کہ متعلق بہ ثانی است

[1] تین موضع جاگیر میں تھے جو شاہ عالم بادشاہ اور دولت راؤ سندھیا کے نذر کیے ہوئے تھے حسن پور اور مراد آباد پرگنہ سکندر آباد تو چاروں بھائیوں میں مشترک تھے اور ایک موضع محل جنہ (قریب پھلت) بلاشرکت صرف آپ (شاہ عبدالعزیزؒ) کا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت قریب ایک لاکھ روپیہ نقد اور دیگر بیش قیمت سامان آپ کی ملکیت تھا۔ چند ہزار روپے اپنے نواسوں شاہ محمد اسحٰق، شاہ محمد یعقوب کو برائے سفرِ حج دے دئے اور چند ہزار روپے اپنی تجہیز و تکفین اور دیگر مابعد مراسم تعزیت (فاتحہ وغیرہ) کے لیے ورثا کو دے دئے۔
(تلخیص از مقالات طریقت مطبوعہ ص ٤٠)

علم باطن است، بالجملہ بہ حسبِ نور تکوینی و علم باطن ہیچ احدے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہ قوی تر نیست گویا ملاء اعلیٰ کہ بنائے احکام عالم بر آنہا است از اعظم الفریق اند بہ حسب نسبت او بدیشاں متوجہ شدن تریاقے مجرب است۔ (ص ۸۷) ترجمہ ص ۱۱۴

یعنی ایک مرتبہ ظاہر ہوا کہ روح مبارک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت مبارک آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے حال پر اور اس کے تمام اطراف پر متوجہ ہے اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ عالم اجسام میں اللہ تعالیٰ کا نور دو طرح کا ظاہر ہوتا ہے ایک تشریعی ظہور اور دوسرا تکوینی ظہور۔ تشریعی ظہور کی اساس شریعت کے قواعد کلیہ کے ضبط اور استحکام پر ہے اور تکوینی ظہور کی اساس قواعد کلیہ کی مراعات کے بغیر، مصالح کُلیہ کے قائم رکھنے پر ہے، وہ علم جس کا تعلق پہلے نور (تشریعی) سے ہے وہ علم ظاہر ہے اور وہ علم جس کا تعلق دوسرے نور تکوینی سے ہے وہ علم باطن ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نور تکوینی اور علم باطن کی رُو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اثنا عشری ائمہ سے زیادہ قوت والا کوئی نہیں ہے یہ حضرات گویا ملاء اعلیٰ کا ایک بہت باعظمت فریق ہے جس پر اس عالم کا استحکام اور مضبوطی ہے۔ اور نسبت ان حضرات کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کی وجہ سے ان حضرات کی طرف متوجہ ہونا مجرب تریاق ہے یعنی اکسیر اعظم ہے۔

تشریح: اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام احمد کی

[1] نیست را ہست نمودن و در وجود آوردن۔ نیست کو ہست کرنا (عدم سے وجود میں لانا)

روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں بیٹھا وہ طوفان سے بچا اور جو نہ بیٹھا وہ ہلاک ہوا۔ حضرات صحابہ کرام کا احترام برقرار رہے اور احادیث صحیحہ کی مشعل ہاتھ میں رہے وہ اللہ کے لطف و کرم سے قیامت کے لرزہ خیز واقعات اور دوزخ کے درکات سے (گہرائیوں سے) محفوظ رہے گا جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے اور ملا علی قاری نے مرقات میں نقل کیا ہے۔ عاجز نے خلاصہ پیش کیا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ مبارک جماعت جو نجات کی کشتی میں بیٹھی ہے اہل سنت و جماعت کی ٹولی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

٦

حضرت ایشاں فرمودند کہ شب عرس حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ در مقبرۂ ایشان ہنگامہ و سرودے و بمردمان شوقے و وجدے بود۔ در مسجد خویش بعد عشاء نشستہ بودم کہ یک پارۂ نور آوردند و گفتند کہ آنچہ در آں حب ذوق و شوق و کرامات توجہ روح مبارک شان بود، ہمہ مرکب شدہ ایں صورت گرفتہ کہ ارسال یافتہ و در ہماں اثنا نفس ناطقہ را سریان در تمام عالم ظاہر شدہ و واضح ساختند کہ آں نور تابع از آں منبع است اگرچہ از انجا مرسول ہم است۔

(ص ١٠٠) ترجمہ ص ١٢٩

یعنی حضرت نے فرمایا: حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کے عرس کی رات کو ان کے مقبرہ میں لوگوں کی بھیڑ اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے۔ میں عشاء کے بعد اپنی مسجد شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ وہاں پر ذوق و شوق اور روح مبارک کی کرامات کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں

جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے، اسی دوران میں نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگرچہ وہاں سے بھیجا بھی گیا ہے۔

تشریح: اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا (بھی) عرس ہوا کرتا تھا اور محفلِ سماع و سرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق شوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامات (اور برکات و انوار) کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی ہوا کرتی تھی۔ شاہ ولی اللہ کو اس احتفال پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات اور فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

٧

اتفاق چناں افتاد کہ قبل ازاں، شب وقت خواجہ محمد امین و خواجہ ابوالخیر بہ طبخ دوا برائے آنجناب مشغول شدند و دریں باب اہتمام تمام بہ کار بردند، وقت شب جناب حضرت ایشاں ارشاد فرمودند کہ سابق ازیں مدتے دراز شد کہ یکبارگی در خانۂ ما چیزے از طعام بہ دیر میسر آمدہ بود و میاں نور اللہ متصدی سرانجام بعضے اسباب آں شدہ بودند، بنا بر آں نماز مغرب پیش از جماعت

لـ حضرت اقدسؒ نے اپنے والد ماجدؒ کی چشم دید روایت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ کے عرس کا حال جس میں قوالی کا بھی بندوبست ہوتا تھا نیز حضرت اقدسؒ نے اپنے استاد شیخ ابراہیم کردی مدنیؒ کا شدت ذوق سماع اور اس کے فوائد انفاس العارفین صفحہ ١٨۴ و ١٨٥ میں لکھے ہیں۔

تقی انور

ادا کردہ آں را سرانجام داد پس نماز شاں بہ جناب الٰہی بہ محل قبول رسیدہ بود ہم چنیں امروز عمل ایں ہر دو عزیزاں قبول گشتہ۔ (ص ۱۲۲) ترجمہ ص ۱۵۱

یعنی اس سے پہلے ایسا اتفاق ہوا تھا کہ خواجہ محمد امین اور خواجہ ابو الخیر بڑے اہتمام سے رات کے وقت [illegible] دوا پکانے میں مصروف ہو گئے تھے (اس کام کی وجہ سے جماعت ان سے فوت ہو گئی تھی) حضرت نے رات کو فرمایا، اس واقعہ سے ایک زمانہ پہلے ایک مرتبہ [illegible] میں کھانے کا سامان دیر سے بسر آیا، میاں نور اللہ (بڈھانوی) بعض [illegible] میں ساعی (کوشاں) ہوئے تھے اور اس (حضرت اقدس اور آپ کے اہل بیت کی خدمت کی) وجہ سے انھوں نے مغرب کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تھی اور [illegible] کام کے پورا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی تھی اسی طرح آج کے عمل میں ان دونوں عزیزوں کی نماز قبول ہو گئی ہے۔

تشریح: جماعت سنتِ مؤکدہ ہے بلا عذر چھوڑنا باز پرس کا سبب ہے خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی اور خواجہ ابو الخیر اور اُن سے پہلے میاں نور اللہ سے جماعت فوت ہو گئی تھی حضرت شاہ ولی اللہ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ان تینوں سے باز پرس نہ ہوگی۔ ان تینوں کو ان کا اخلاص کام آیا۔

۸

(بہ حالتِ اعتکاف در ماہِ رمضان) شب بست و نہم در کیفیتے داشت کہ بجز شوق و وجد و انجذاب چیزے دیگر را گنجائش نہ بود، بہ تقریبے بعضے نغمہائے طیبہ کہ در جوار آں مکان اتفاق افتادہ بود نیز مہیج آں کیفیت شدہ بودند۔ بالجملہ تمام شب بہ ہمیں رنگ گزشت در ثلث اخیر وقت حضرت ایشاں بہ غایت خوش بود، از شوق و ذوق سرتاپا امتلائے عظیم داشت و مستی و جوش

از ہر بن موئے مبارک تراوید، و اثرے عجیب در تشرف آں دوران حضور در گرفتہ بود دراں وقت نغمہ سرا بیت حافظ شیراز کہ:

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود
سر ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود

آغاز بداز آں پُرسوز و گداز دل و جگر ہر یکے مے پاشید، ہر کس از فدویاں بے اختیار مے خواست کہ خود را پروانہ وار بران شمع الٰہی فدا سازد الخ

(ص ۱۲۳) ترجمہ ص ۱۵۲

یعنی اعتکاف کی حالت میں رمضان کی انتیسویں رات کو آپ پر نادر کیفیت طاری ہوئی کہ شوق، وجد اور جذبہ کے سوا کسی شے کی گنجائش نہ تھی متصل مکان میں اتفاقی طور پر کوئی خوشی تھی اور وہاں اچھے گانے ہو رہے تھے اور ان کی آواز آ رہی تھی، اس سے شوق و محبت کی آگ اور بھڑکی اور اسی کیفیت میں ساری رات بسر ہوئی۔ تہائی رات باقی تھی آپ خوش تھے اور ذوق و شوق میں از سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے، مستی اور جوش آپ کے ہر بُنِ مُو سے ٹپک رہا تھا کہ گانے والے نے حافظ شیراز کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا شعر پڑھا جس کا مطلب کچھ ایسا ہے:

جب تک میخانہ معرفت اور شراب محبت کا نام و نشان باقی ہے
ہمارا سر ساقیِ خمخانہ الست کی راہ کی مٹی بنے گا۔

یہ عاشقانہ اور مستانہ شعر اور پھر پڑھنے والے کی پُرسوز و گداز آواز نے ہم میں سے ہر ایک کا دل اور جگر پاش پاش کر دیا، اس وقت جتنے جاں نثار وہاں موجود تھے سب کی تمنا تھی کہ اس نورانی شمع (حضرت اقدسؒ) پر اپنے کو پروانے کی طرح فدا کر کے خاکستر ہو جائیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تشریح: شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کے اس بیان سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نہ مُلّائے خشک تھے اور نہ صوفیِ خشک، علمِ ظاہر میں اگر بے مثل و بے بدل تھے علمِ باطن میں اچھی مثال "رُوَیْدَكَ أَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيْرَ" کے تھے۔

حضرت انجشہ کا واقعہ

۱ قصۂ حادی جنابِ اَنجَشَہ — کردہ نقل آں و جماعتِ اخیار
۲ آں حُدی خوانِ جنابِ مصطفیٰؐ — از رجز خواندے بصوتِ زیر و زار
۳ اُشترِ بے چارہ زاں صوتِ جمیل — مست گشتہ تیز رفتے زیرِ بار
۴ در سفر بارے حُدی آغاز کرد — بود سرورؐ نیز بر ناقہ سوار
۵ خواند مستانہ بر نوعے پاک دل — ذکرِ پاکش ماند شیریں یادگار
۶ چوں جنابِ مصطفیٰؐ شعرش بدید — کاں بہ رنگِ برق گشتہ شعلہ بار
۷ گفت لاتکسر قواریر انجشہ — سینہا را تا نہ سوزاند شرار
۸ خوش نصیب است آنکہ سکر و انبساط — صرف یادِ حق کند لیل و نہار
۹ در رہِ الفت بہ عزم و صدقِ تام — مرد واراں پا نہادہ استوار
۱۰ چشمِ پُرنم آہِ پُرسوزش بود — تن زبون و قلب باشد بے قرار
۱۱ ہر زماں از شوق سسکیہا کند — ہر نفس بر جانِ جانانش نثار
۱۲ ذکرِ پاکش دارُوئے دلہاست زید — آتشِ عشقش سپر باشد زنار

(ترجمہ: (۱) انجشہ حُدی خواں کا قصہ بہترین لوگوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حُدی خواں نرم اور غمگین آواز سے

رجز پڑھتا تھا۔

(۳) بے چارہ اونٹ اس حسین آواز سے بوجھ میں دبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا۔

(۴) ایک مرتبہ سفر میں اس نے حُدی شروع کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر سوار تھے۔

(۵) اس پاک دل نے مست ہو کر اس طرح حدی پڑھی کہ اس کا پاک ذکر یادگار بن گیا۔

(۶) جب جنابِ مصطفیٰؐ نے اس کے شعروں کو دیکھا کہ وہ بجلی کی طرح شعلے برسا رہے ہیں۔

(۷) فرمایا اے انجشہ! شیشیوں کو نہ توڑ تاکہ سینوں کو چنگاریاں نہ جلا دیں۔

(۸) وہ خوش نصیب ہے جو سُکر اور انبساط کو شب و روز خدا کی یاد میں صرف کر دے۔

(۹) پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہو۔

(۱۰) آنکھ نمناک اور دل پُرسوز ہو جسم عاجز اور دل بے قرار ہو۔

(۱۱) ہر لحظہ شوق سے سسکیاں کرے ہر سانس میں محبوب کے نام پر قربان ہو۔

(۱۲) اے زید! اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہوگی۔

افسوس ایسے فرد اکمل و بے مثال کو اہلِ اہوا نے وہابیہ کے عقائد کا علمبردار ظاہر کیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے اور آپ کے ماموں کے صاحبزادے آپ کے رفیق و مونس، آپ کے خلیفۂ اعظم جناب شیخ محمد عاشقؒ آپ کے مسلک پر ترجمانِ اہلسنت وجماعت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۹

آگاہی آمد، این فرزندان کہ لطفِ الٰہی ایشاں را بہ عطا کردہ است ہمہ سُعداء اند، نوعے از ملکیت بر ایشاں ظہور خواہد کرد لیکن تدبیر غیب تقاضا می کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و ہماں جا وطن اختیار کنند از طرف مادر نسبت ایشاں بہ ما متمکن باشند زیرا کہ آدمی زادہ بہ وطن مادر میلان طبعی دارد، انتقال جماعہ کہ وطن والدۃ ایشاں متعلق باشد بہ سرزمینے بالطبع مستخیل است مگر بہ سبب قسر قاسر۔ (ص ۲۳۸، ۲۳۹) (ترجمہ ص ۳۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہے سب نیک بخت ہیں اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہوگا اور غیبی تدبیر کا تقاضا ہے کہ دو افراد اور پیدا ہوں جو سالہا سال مکہ اور مدینہ میں علوم دین کو رواج کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کرلیں ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہوگا ایسی جماعت جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو وطن کو چھوڑنا مشکل کام ہے مگر یہ کہ کوئی بہت جد وجہد کرے۔

تشریح: آپ کے تین صاجزادوں کا قیام دہلی میں تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ۔ یہ تینوں حضرات بہ ظاہر بشر اور بہ باطن فرشتہ تھے۔ عاجز کے پردادا حضرت شاہ احمد سعیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے اور تفسیر کلامِ الٰہی میں شاہ عبدالعزیزؒ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ تینوں بھائی صاحبِ نسبت وکشف صحیح تھے اور شاہ عبدالقادرؒ کا کشف نہایت عمدہ تھا انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفا سے استفادہ کیا تھا الخ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے شاہ محمد اسحٰق اور شاہ محمد یعقوب مع متعلقین و اولاد

اور اپنے دامادوں اور ان کے اہل وعیال اور مع دوسرے رفقاء کے ۱۲۵۸ھ کو حرمین محترمین ہجرت کر گئے اور وہاں سالہا سال علوم دین پڑھاتے رہے اور آخر وہاں کی مٹی میں پیوند ہو گئے، رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے ان کی وفات کے بیاسی سال کے بعد یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ سید صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "اتحاف النبلاء" مطبوعہ نظامی کان پور در ۱۲۸۸ھ کے صفحہ ۴۳۰، ۴۳۱ میں "القول الجلی" کی عبارت نقل کر کے لکھا ہے:

"مصداق ایں آگاہی بہ ظاہر وجود ہر دو نواسۂ شاہ عبدالعزیز دہلوی است مولوی محمد اسحاق و محمد یعقوب کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند وسالہا بہ احیائے روایت حدیث بہ اہل عرب و عجم پرداختند۔"

یعنی اس آگاہی کا مصداق بظاہر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دو نواسے مولوی محمد اسحاق اور محمد یعقوب ہیں جو دہلی سے ہجرت کر کے مکہ میں مقیم ہوئے اور بہ سہولت اہل عرب و عجم کو حدیث کی روایت کی۔

یہ ہے اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کی ایک مثال، نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کے پاس "القول الجلی" کا نسخہ تھا اور وہ اس کو مستند سمجھتے تھے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کشف کے قائل ہو گئے باوجودیکہ وہ "اہل حدیث" کے امیر اور غیر مقلدین اور وہابیوں کے اپنے عہد میں امام تھے۔

۱۰

روزے بہ شیخ عبدالعزیز کہ خلف الصدق ظاہراً و باطناً حضرت ایشاں اند در ضمن بعض تقریبات فرمودند کہ حضرت قبلہ گاہ ما چوں ازیں عالم انتقال نمودند عمر ما مثل ہمیں عمر شما بود و میاں اہل اللہ یعنی برادر خورد بہ سن رفیع الدین

بودند پس ما بر مزار شریف اکثر اوقات متوجہ بہ روحانیت ایشاں می نشستیم پس
راہِ حقیقت برما کشادہ شد پس ازیں حکایات تنبیہ بر قرب ارتحال خویش کردند.
روزے فرزندانِ گرامی را بشارات نواختند و بہ شیخ عبدالعزیز خطاب
نمودہ فرمودند کہ شیخ محمد را نسبتے مع اللہ مانندِ نسبت شاہ حسین فلاں کہ معلم
فرمودند و از خاطر رفت خواہد شد و نام تو در ملاءِ اعلیٰ حجۃ اللہ است و نام
رفیع الدین ابوالعجائب اعنی تسخیر عناصر وے را باشد کہ ہرچہ از زبان او برآید
صورت وقوع گیرد و نام عبدالقادر معین الحق کہ حجۃ اللہ را بہ زبان یا بہ نوعے دیگر
اعانت نماید پس شیخ عبدالعزیز عرض نمودند کہ آیا مارا ولایت نہ خواہد بود فرمودند
نہ فہمیدید کہ حجۃ اللہ جارحۃ الٰہی می باشد ورا تمام مرادِ وے تعالیٰ الحمد للہ
در ہر یک از ایشاں آثار ایں بشارات ظاہر و باہر است (ص ۶۲)
ترجمہ ص ۶ حصہ دوم

یعنی ایک دن بعض تقریبات کے دوران اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز سے
جو ظاہراً اور باطناً آپ کے خلف صدق ہیں فرمایا کہ ہمارے والد ماجد جب دنیا
سے آخرت کو منتقل ہوئے ہماری عمر تمہاری اس عمر کی تھی اور میرے چھوٹے
بھائی میاں اہل اللہ کی عمر رفیع الدین کی سی عمر تھی میں آپ کے مزار شریف پر
آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا پھر مجھ پر راہِ حقیقت کھلی۔
ان حکایات کے بعد آپ نے آگاہ کیا کہ میری رحلت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

ایک دن آپ نے چار فرزندان گرامی کو بشاراتِ عظیمہ سے نوازا۔ آپ
نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا میرے فرزند شیخ محمد کو اللہ سے نسبت فلاں شاہ حسین
آپ نے فرمایا تھا جو میرے ذہن سے اتر گئی ہے کی طرح ہو گی اور تمہارا نام
ملاءِ اعلیٰ میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابوالعجائب ہے، ان کو عناصر

کی تسخیر حاصل ہو گی جو بات کہیں گے وہ ہو گی اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے، وہ مال
سے یا دوسرے طریقے سے حجۃ اللہ (شیخ عبدالعزیز) کی مدد کریں گے۔ یہ سن کر شیخ
عبدالعزیز نے آپ سے کہا کہ کیا ولایت مجھ کو نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا: تم سمجھے نہیں
حجۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے وہ اس سے مراد کی تکمیل کراتا ہے۔ محمد عاشق نے کہا
الحمد للہ سب میں بشارات کے آثار صاف طور پر ظاہر ہیں۔

تشریح: اس مبارک قطعہ میں دو واقعات کا بیان ہے:

پہلے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے فرزند دوم شاہ عبدالعزیز سے فرمایا
کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت میری عمر اتنی تھی جتنی اب تمہاری عمر ہے میں
ان کے مزار شریف کے پاس ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا تا آنکہ
راہِ حقیقت مجھ پر کھلی۔

افسوس ہے اب مدعیانِ سنت واصحابِ توحید کے نزدیک یہ عمل شرک میں
داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو جو نعمت ملی اس کی ابتدا ان کے والد ماجد
کی مرقد مبارک سے ہوئی اور اس کا اتمام سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے روضہ مبارک ہوا، وہ روضۂ مقدسہ جس کی زیارت، سراسر سعادت کا شوق
امیر المومنین حضرت کعب احبار کو دلا رہے ہیں۔

دوسرے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے چاروں صاحبزادوں (شیخ محمد،
شیخ عبدالعزیز، شیخ رفیع الدین، شیخ عبدالقادر رحمہم اللہ تعالیٰ) کو بشارات
سے نوازا ہے اور جناب محمد عاشق نے لکھا ہے کہ بشارات کے آثار صاف طور پر
ثابت ہیں[1]

---

[1] حضرت اقدس کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادگان کی عمریں (باقی برصفحہ آئندہ)

۱۱

چون سلخ محرم سَنَةَ سِتٍّ وَسَبْعِيْنَ بَعْدَ الْاَلْفِ وَمِائَةٍ رسید کہ از عمر شریف سال شصت و دوم شروع شدہ بود وقت صبح روز شنبہ مرزا جان جاناں کہ از مشاہیر طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ اند با یاران خویش بہ عبادت آمدند و خلوت ساختند کہ بجز چند کس از مخصوصان کہ این بندہ ہم طفیلی شان بود، دیگرے نہ بود، پس حلقۂ مراقبہ شدہ قریب نیم پاس بہمان صحبت ماند۔ بعد از اں چون مجلس مراقبہ منقضی شد و مرزا رخصت خواستند از اں وقت حال مزاج شریف متغیر گشت۔ پس از اں آناً فاناً آثار انتقال ظہور نمودند تا کہ وقت ظہر ہماں روز طائر روح پاک شاں بہ عالم قدس طیران نمود و بہ رفیق اعلیٰ پیوست۔ (۲۶۲۳)

ترجمہ صفحہ، حصّہ دوم

یعنی جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی عمر کا باسٹھواں سال شروع ہو گیا تھا۔ ہفتہ کے دن مرزا جانِ جاناں جو کہ طریقہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشاہیر میں سے ہیں اپنی جماعت کے ساتھ عبادت کے لیے آئے، خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد کے علاوہ کوئی نہ تھا، یہ بندہ مخصوص افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی، پھر مرزا نے رخصت طلب کی۔ اس وقت سے شاہ ولی اللہ کے مزاج شریف میں تغیر ہوا اور لحظہ بہ لحظہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ اُسی دن ظہر کے وقت طائر روحِ پاک نے عالمِ قدس کو پرواز کی اور رفیقِ اعلیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) (۱) شیخ محمد تقریباً ۲۹ یا ۳۰ سال (۲) شیخ عبدالعزیز ۱۶ سال ۶ ماہ (۳) شیخ رفیع الدین ۱۳ سال (۴) شیخ عبدالقادر تقریباً ۹ سال (۵) شیخ عبدالغنی ۵ سال تھیں۔

سے جا ملا قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ۔

تشریح: آپ کی وفات ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ ماہ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب محمد عاشق نے حضرت میرزا کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کا اسم گرامی شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں ہے اور مظہر آپ کا تخلص ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میرزا جان ہے آپ کا نسب محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ۲۸ وسائط سے پہنچتا ہے۔ چونکہ آپ کے جدِ اعلیٰ نے سلاطینِ تیموریہ کی بیٹی سے شادی کر لی تھی میرزا کا خطاب پایا اور دربار کے امرا میں ان کا شمول ہوا۔

لفظ میرزا کی اصل امیرزادہ ہے، کثرتِ استعمال سے میرزا اور پھر مرزا ہو گیا۔

آپ کی ولادت ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ کی ہے۔ آپ کے احوال شاہ غلام علی نے مقاماتِ مظہری اور کمالاتِ مظہری میں اور شاہ نعیم اللہ نے بشاراتِ مظہریہ اور معمولاتِ مظہریہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

مقاماتِ مظہری مطبع احمدی ۱۲۶۹ھ کے صفحہ ۴۳ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

"مجھ کو اللہ نے ایسا صحیح کشف عنایت کیا ہے کہ روئے زمین کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، سب کچھ ہاتھ کی ہتھیلی کی لکیروں کی طرح مجھ پر عیاں ہے اس وقت حضرت میرزا

جانِ جاناں کا مثل کسی ملک اور کسی شہر میں نہیں ہے، جس کو مقامات کے سلوک کی آرزو ہو اُن کی خدمت میں حاضر ہو۔"

یہ لکھ کر حضرت شاہ غلام علی نے لکھا ہے:

"آپ کے فرمانے کے بموجب حضرت شاہ ولی اللہ کے اصحاب استفادہ کے لیے آپ کے پاس آئے۔"

اور لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ خطوط میں آپ کو ان الفاظ سے یاد کرتے تھے

"مَتَّعَ اللّٰهُ الْمُسْلِمِیْنَ بِاِفَادَاتِ قَیِّمِ الطَّرِیْقَةِ الْاَحْمَدِیَّة وددوی ریاض الطریقة بتوجهات النفسه الزکیة اٰمین۔"

اور "خدائے عزّ و جل آں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سُنن نبویہ را دیرگاہ دارد و مسلماں ممتع و مستفید گرداناد۔"

اور "خدائے عزّ و جل آں قیم طریقۂ احمدیہ خصوصاً و طریقۂ صوفیہ عموماً و آں متحلی بہ انواع فضائل و فواضل را دیرگاہ سلامت داشتہ انواع برکات بر کافۂ انام مفتوح گرداناد۔"

معمولاتِ مظہری کے مقدمہ کے اخیر میں سامع خاں کا بیان لکھا ہے کہ میں شیخ محمد علی حزیں کے پاس راستہ میں ایک بلند جگہ بیٹھا تھا، ناگاہ حضرت میرزا گھوڑے پر سوار اس راستے سے گزرے شیخ محمد علی حزیں نے دریافت کیا: یہ جوان کون ہے؟ کسی نے کہا: یہ حضرت میرزا جانِ جاناں ہیں۔ محمد علی حزیں نے کہا: چشمِ بد دُور، ہمہ دانی و ہمہ جانی۔"

حضرت میرزا حضرت شاہ ولی اللہ کی بہت قدر کرتے تھے۔ سچ ہے "اصحابِ کمال ہی اہلِ کمال کی قدر کرتے ہیں۔" کلمات طیبات کے صفحہ ۸۳، ۸۴

آپ کے مکتوب شریف میں ہے اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

"(ترجمہ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار و معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علمائے ربانیون میں سے ہیں محقق صوفیوں میں جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنھوں نے علمِ نو کا بیان کیا ہے آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔"

فیوض الحرمین مطبوعہ ۱۳۰۷ھ کے صفحہ ۶۳ میں ہے:

"میں ائمۂ اہلِ بیت کی طرف متوجہ ہوا، میں نے ان کا ایک خاص طریقہ پایا اور وہی اصل ہے اولیاء کے طریقوں کا، میں اس اصل کا بیان کرتا ہوں اور ان متضمنات (جو اس سے ملے ہیں) کا بیان بھی کرتا ہوں جو اولیاء اللہ کے طریقوں میں ہوئے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ "یادداشت" کی طرف التفات رکھی جائے الخ"

عاجز کہتا ہے طریقۂ نقشبندیہ کی اصل طریقۂ خواجگان ہے اور اس طریقہ کے سرکردہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی متوفی ۵۷۵ھ ہیں، آپ کو حضرت خضر سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کے آٹھ ارشادات ہیں جو ان کے طریقہ کی اساس ہیں:

۱۔ ہوش در دم
۲۔ نظر بر قدم
۳۔ سفر در وطن
۴۔ خلوت در انجمن
۵۔ یاد کرد
۶۔ بازگشت

۷۔ نگاہ داشت

۸۔ یادداشت

حضرت خواجگان کے نزدیک ذوق اور وجدان کی رُو سے دوام آگاہی حاصل ہونے کا نام "یادداشت" ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس اصل کو حضرات ائمۂ اہلِ بیت کے طریقہ کا اصل قرار دیا ہے ؎

سلام از ما رسد بر جان ایشاں
الٰہی از تو رحمت بے کراں باد

۱۲

(از قسم دوم[1]) فرمودند از درویشے اگر میل سلطنت و رغبت حکومت سر زند ایں رغبت بہ الہام حق ظاہر نماید کہ برائے اعلاءِ کلمۃ اللہ بودہ است قبول نہ باید کرد و سخن او را معتبر نہ باید داشت کہ مفتون تسویل[2] نفس و شیطان شدہ است، زیرا کہ وجود سلطنت در اولیائے ایں اُمّت بہ الہام حق و انتظام امر ملت صورت نیافتہ مگر در حضرت امام مہدی کہ در آخر زماں پیدا می شوند کہ قیّم ایں ہر دو امر بہ الہام الٰہی خواہند شد و غیر ایشاں ہر کہ مدعی ایں معنی شود حکم بہ بطلان او باید کرد کہ میل او از سر نفسانیت است کہ ہیچ اصل ندارد۔" (ص ۳۴۲)

یعنی آپ نے فرمایا اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت

---

[1] یہ کشف چونکہ قسم دوم کتاب القول الجلی میں ہے، بلفظہٖ پٹنہ لائبریری کے نسخہ میں صفحہ ۳۴ پر ہے جس کا عکس میرے پاس آگیا ہے۔

[2] تسویل، شیطان کا لوگوں کے نفس میں گناہوں کو آراستہ کرنا یعنی آرائی و افترا (غیاث وغیرہ)

کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے واسطے ہے قبول نہ کیا جائے کیونکہ یہ ہرا باغ نفس و شیطان کا بنایا ہوا ہے اس اُمت میں اللہ کے الہام سے ملّت کے انتظام کے لیے اولیاء اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لیے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاءِ کلمۃ اللہ اور انتظامِ امرِ ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے، کیونکہ اس کا یہ فعل ارادہ نفسانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح، حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھ لو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام اخیر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدارِ بحث و تحقیق ہیں:
ایک لفظ "درویش" ہے اور دوسرا لفظ "الہام" ہے۔ درویش خدا رسیدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لَو خدا سے لگ گئی ہو اور الہام دل میں اچھے خیالات آنے کو کہتے ہیں۔

اب "مکتوبات سیّد احمد شہید" کے مکتوب ۲۶ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۸ میں ہے:

"مصلحت وقت چناں اقتضا کرد کہ اقامت ایں رکن رکین اسلام

بدون نصبِ امام بہ وجہِ مشروع صورت نہ می بندد بنا دعلیہ بہ تاریخ دوازدہم جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ مقدس بہ اتفاق مشاہیر سادات کرام وعلماءِ اعلام ومشائخ عظام وصاحبزادگان ذوی الاحترام وخوانین ذوی الاحتشام و جماہیرِ خواص وعوام از اہلِ ایمان واسلام بیعت امامت بر دست ایں جانب واقع گردید وبہ روز جمعہ خطبہ بہ نام ایں جانب خواندہ شد ہرچند ایں خاکسار ذرۂ بے مقدار بہ حصول ایں مرتبۂ منیف اوّلاً بہ اشاراتِ غیبی والہامات لاریبی بلشر بود" الخ

اور اس کا ترجمہ ص ۵۲ میں لکھا ہے یہ ہے :

"مصلحت وقت کے مدّ نظر یہ تھی کہ اس رکنِ اعظم جہاد کا قائم رہنا شریعت کی رُو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا اس لیے ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام، مشائخ عظام اور قابلِ احترام شہزادوں اور صاحبِ حشمت خوانین اور تمام خاص وعام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا اس خاکسار ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی۔"

ایسے الہامات واشارات جو مرہون سلطان خیال ہوں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (مکتوب ۲۹۱ از دفتر اول میں) معلول قرار دیتے ہیں کاش "درویش" جناب سید اور ان کے رفقاءِ کار حضرت شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد سراسر رشاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیتے۔ شاہ ولی اللہ کی وفات کے ۶۶ سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا۔ اگر سید صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا بھی ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے "حزبِ امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ" کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے :

"جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اُسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے الخ"

مولانا سندھی نے جو رائے لکھی ہے درست رائے ہے، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یورپ اور روس وغیرہ کے دورہ میں "ہمفرے جاسوس" کی رپورٹ پڑھ لی ہو جس کو جرمنی کی حکومت نے چھپوایا تھا اور پھر اس کا ترجمہ دوسرے ممالک میں چھپا اور اب پاکستان میں "ہمفرے کے اعترافات" کے نام سے چھپا ہے کہ کس طرح انگریزوں نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کو سلطنتِ عثمانیہ کو کمزور کرنے کے لیے تیار کیا اور پھر محمد بن سعود امیر نجد کو اس بات پہ آمادہ کیا کہ وہ محمد بن عبد الوہاب کے باطل عقائد کی حمایت کرے اور نجد کا بادشاہ بنے۔ چنانچہ ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء میں محمد بن سعود نے وہابی مذہب اختیار کیا، مذہبی امور میں وہ ابن عبد الوہاب کا مطیع ہوا اور آج تک یہی کیفیت ان دونوں گھرانوں کی ہے۔

۱۳

چوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در فتح مکہ مصاریع کعبہ را گرفتہ ایستادند وجماعہ از صنادید قریش را کہ درباب ایذاے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعی بلیغ داشتند وسینہائے ایشاں بہ عداوت پر بود دیدند کہ ہمہ جمع شدہ ایستادہ اند فرمودند چہ می گوئید گفتند مے گوئیم کہ اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ فرمودند

شاید ارادہ می کنید قصۂ یوسف را۔ گفتند آرے۔ فرمودند، من ہم مے گویم لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم این کلمہ گفتن ہماں بود وغل وحسد از دلہا رفت۔

ہماں غرض تحفہ حادثہ پیدا شد از باب لطف وصفا کہ خرق عادت باشد بلاشک، واصلِ این خرقِ عادت قوتِ زہرہ بود کہ از میان نفسِ نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوش زدہ قوائے زہرہ را کہ در نفوس ایشاں کافرہ بودند در ہیجان آوردہ باہم طرفہ تعالج نمودند وطرفہ انجذابے وروحے وراحتے وبہجتے وسرورے بہ ظہور رسید وہم چنیں وہب بن عمر بہ قصد کشتن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورا بر بعض امور مخفیہ مطلع ساختند؛ در ضمن این مطلع ساختن طرفہ قوت زہرہ از نفس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمدہ نفس وہب شرر صفت ورعونت را بہ کلی بسوخت وہم چنیں ثمامہ مرزبانی و قصۂ زوجہ ابی سفیان، اینہا ہمہ قوتِ زہرہ است کہ از نفس صاحب دولتے برآمدہ بہ نفوس دیگراں مے رسد وقوائے کامنۂ ایشاں را در ہیجان می آرد وطلسمے طرفہ بہ نمود مے رسد، ہم چنیں در بدر قوتِ مریخیہ ممزوجہ بہ دو چنداں از قوتِ شمسیہ ممزوج شدہ از نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر جوشید و غائب را مسخر خود گردانید ورعب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ مسیر یک ماہ منتشر گردانید وہم چنیں روز حجۃ الوداع قوتِ مشتری با قوتِ شمسیہ وقوتِ قمر وقوتِ زہرہ وقوتِ زحل وقوتِ عطارد در ہم آمیخت مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا جُزْءٌ وَّاحِدٌ تا آں کہ یک چیز شد در عالم تحفۂ تسخیری وتالیفی وفرمانی وتشریعی منتشر گردانید۔ (ص ۳۶۱، ۳۶۲)

یعنی فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف کے دروازے کے پٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سربرآوردہ

لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنھوں نے آپ کی ایذا رسانی میں پوری کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے آپ نے ان سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ اُنھوں نے کہا: ہم کہتے ہیں اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: شاید تمہارا مقصد یوسف کا قصہ دُہرانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں بھی کہتا ہُوں لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو۔ اس بات کے سنتے ہی سارا مکر وحسد اُن کے دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرقِ عادت کا تحفہ تھا جو لطف وصفا کے طریقے سے بلاشک ظاہر ہوا۔ اس خرقِ عادت کی اصل زہرہ کی قوت تھی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوش مار کر نکلی اور اس نے زہرہ کی ان قوتوں کو جو نفوس اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں ہیجان میں ڈال دیا، پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معالجہ کیا اور کیا ہی عمدہ و اعلیٰ انجذاب وخوشی وراحت ومسرت کا ظہور ہوا۔ ایسا ہی معاملہ وہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا آں حضرت نے اس کو بعض معینہ امور (خفیہ راز) سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفس مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی طرح وہب کے نفس پر گری اور وہب کی رعونت اور خباثت یکسر جل گئی۔ اسی طرح کا قصہ ثمامہ مرزبانی اور ہند زوجہ ابی سفیان کا ہے یہ سب قوت زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحبِ دولت کے نفس سے نکلتی ہے اور دُوسروں کے چھپے ہوئے قوا کو ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم دکھاتی ہے۔ اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے دگنی آفتابی قوت سے گھل مل کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوش مار کر

نکلی اور غائب کو اپنا مطیع کرلیا اور ایک مہینہ کی مسافت تک آپ کا رُعب طاری کردیا۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت، زہرہ کی قوت، زحل کی قوت عطارد کی قوت سے گھل مل گئی کل واحد منھا جوء واحد ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزء، یہ سب مل کر ایک شے ہوگئیں اور اس نے تمام عالم میں متصرف ہونے، تالیف کرنے، حکم نافذ کرنے اور ایک شریعت کا تحفہ پھیلا دیا۔

تشریح: حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی تحقیق وابستگی طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے یُوں اجازت دیگر سلاسل میں بھی ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے زمانے تک سلسلہ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان ولایت کبریٰ تک ہُوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے نہایۃ النہایہ تک اس کا بیان کیا اور آپ نے بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالمِ اَمر اور عالمِ خلق کے اجزا شامل ہیں۔ عالمِ اَمر کے اجزاء نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں مکین ہیں۔ یہ نورانی اجزا ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھتے ہیں، اور جب خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔ یہ اجزاء اپنی نورانیت حاصل کرلیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزا پرواز کر کے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزا کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس نئے سلسلے کا تفصیلی بیان عاجز کی نظر سے نہیں گزرا ہے، آپ کے اس مبارک مکشوف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان پانچ نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسری نورانی طاقتوں کے اجزا سے بھی سینہ کو مجلّی اور

مجلّٰی قرار دیتے ہیں۔ سورہ حم السجدہ کی آیت ۵۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی آیات اُفقوں میں اور ان کے نفسوں میں۔ دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے ؎

نہ فلک راست مُسلّم نہ ملک را حاصل

آں چہ در سِرِّ سویداۓ بنی آدم ہست

کچھ پہلے کتاب "القول الجلی" پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کاکوروی دہلی کے مجلّہ "قاری" میں چھپا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز سے کہا حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیرات کواکب کا بیان کیا ہے اور یہ کچھ مناسب نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا یہ مکشوف بعض دیگر فضلا کی نظر سے بھی گزرا اور انھوں نے اس مکشوف (نیز بعض دیگر مکشوفات) کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا مکتوب آیا اور انھوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے تحریر کیا کہ کسی کو تالیف میں کمی بیشی کا تصرف ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل کی برائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولوی اسمٰعیل کے پیروان اس کام میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبد العزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبد القادر کا ترجمہ قرآن اور ان کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابرین کے احوال میں بہت ہی تحریفات کر کے محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل کا ہمنوا سب کو قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب "القول الجلی" کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنا بریں اس

سلسلہ میں عاجز کچھ لکھتا ہے :

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (متوفی دوشنبہ ۹ شوال ۶۷۱ھ) نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا کے بیان میں لکھا ہے : قال القشیری اجمعوا علی ان المراد الملئکة وقال الماوردی فیه قولان احدهما الملئکة قال الجمهور والقول الثانی هی الکواکب السبعة حکاه خالد بن معدان عن معاذ بن جبل (قشیری نے کہا ہے اتفاق کیا ہے علمائے کہ المدبرات امراً سے مراد فرشتے ہیں اور ماوردی نے کہا ہے کہ المدبرات کے بیان میں دو قول ہیں ، ایک قول میں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے ، اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں اس قول کو خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبل رضی سے بیان کیا ہے) علامہ قرطبی نے یہ لکھا ہے کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے اگرچہ تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے ۔ چونکہ یہ کام نجوم کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لیے نجوم کو مدبرات فرما دیا ہے یعنی تدبیر کرنے والیاں ۔

علامہ سید ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ میں والنازعات غرقاً سے فالمدبرات امراً تک کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان آیات کا تعلق سیارات سے ہے ، لکھا ہے کہ حسن وقتادہ واخفش وابن کیسان وابوعبیدہ نے والنازعات غرقاً کا حمل نجوم پر کیا ہے ، اور ابن عباس وحسن وقتادہ واخفش نے والناشطات نشطاً کا حمل نجوم پر کیا ہے اور المدبرات امراً کا حمل نجوم پر معاذ رضی سے مروی ہے ۔ تدبیر کی نسبت کواکب کی طرف مجازی ہے ۔

علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ سَلُّ الحُسَامِ الہِندی میں جو کہ ان کے رسائل کے دوسرے حصہ میں ہے لکھا ہے ، قال الامام المرغینانی صاحب الهداية فی کتابه مختارات النوازل واَمّا علم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم یعنی ہدایہ کے مؤلف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات النوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک سیارات کی قوتِ فعالہ نورانی طاقت ہے اور ان نورانی طاقتوں سے انسان کا سینہ معمور ہے اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آماجگاہ تجلیات و انوار ہیں ان طاقتوں سے بحکم الٰہی کام لیتے ہیں آپ کے بیان پر کوئی ایراد وارد نہیں ہوتا ، اسرار و معارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے نیک بندے کرتے رہیں گے

ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء ۔

۱۴

از قسم سوم ۔ خدمت ایشان روز عرس مخدوم جمال الدین قدس سرہ ، در موضع بھلاودہ بزیارت قبر ایشان رفتند ، درانجا ازدحام بسیار بود و مردمان کثیر ہجوم آوردہ قبر ایشان را تقبیل مے کردند خدمت ایشان آن جا قدرے توقف نمود از مقبرہ برآمد بیرون آن نشستہ و فرمودند تا شخصے بہ قید حیات می باشد ہر چند یاد حق می کند دران ترقیات مے نماید اما بہ سبب علاقہ جسمانیہ از بشریہ ناسوتیہ خلاصی او را بالکلیہ میسر نیست و چون ازین عالم انتقال نمود آن ہنگام از بشریت بالکلیہ نجات حاصل مے شود و صفت لاہوت غالب می گردد و لہذا مسجود می شود ۔ (ص ۳۸۷)

یعنی حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہٗ کے عرس کے دن آں جناب موضع پسلاوہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں بہت بھیڑ تھی آپ کی قبر شریف کے چومنے میں کثرت سے لوگ مصروف تھے۔ آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جسمانی تعلق کی وجہ سے بشریت اور عالمِ اجسام کی بندھنوں سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پا سکتا اور جب وہ اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل ہو جاتی ہے اور اس پر لاہوتی صفت غالب آ جاتی ہے لہٰذا لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں۔

تشریح: حضرت نے اس مبارک ملفوظ میں ناسوت اور لاہوت کے الفاظ استعمال کئے ہیں ناسوت عالمِ اجسام کا نام ہے جس وقت روح جسم میں داخل ہوتی ہے دورِ ناسوتی کا آغاز ہوتا ہے اور پھر جب خوش نصیب بندہ اپنے مولیٰ جل شانہٗ کی یاد کرتا ہے اور تجلیاتِ اسماءِ الٰہیہ سے محظوظ ہوتا ہے وہ مقامِ ملکوت پر فائز ہوتا ہے اور جب مرتبۂ صفات میں اس کو فنائیت حاصل ہوتی ہے مقامِ جبروت حاصل کرتا ہے اور جب وہ خوش نصیب ذاتِ بحت الٰہی کی تجلیات کی آماجگاہ بنتا ہے مقامِ لاہوت حاصل کرتا ہے اور جب تک روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے وہ اسی مقام کو بہ تمام حاصل نہیں کر سکتا، اور جب اس کی روح قفسِ تن سے پرواز کر جاتی ہے وہ عالمِ قدس کے مزے لیتی ہے
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ
میں ایسے خوش نصیبوں کا بیان ہے جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ جو لوگ ڈرنے والے ہیں باغوں میں ہیں اور نہروں میں، بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا

سب پر قبضہ ہے۔

اس ملفوظ میں حضرت نے "لہٰذا مسجود مے شود" فرمایا ہے اس مسجودیت کے سمجھنے کے لیے دو مبارک صحیح حدیثوں کو نظر میں رکھنا ضروری ہے لہٰذا عاجز ان کا ترجمہ لکھتا ہے:

(۱) مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ والتقرب الیہ میں بخاری سے روایت ہے کہ ابوہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ:

جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں لڑائی سے خبردار کر دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی شے سے بھی جو مجھ کو بہت محبوب ہے میرا قرب نہیں پا سکتا جو کہ وہ میرے عائد کردہ فرض سے پاتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے وہ طلب کرے البتہ میں اس کو دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے البتہ میں اس کو پناہ دوں گا الخ

(۲) مشکوٰۃ کے باب الحبُّ فی اللہ ومن اللہ میں مسلم کی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے وہ جبریل کو بلا کر کہتا ہے مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو۔

چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہوتی ہے اور پھر وہ آسمان میں منادی
کرتے ہیں کہ اللہ کو فلانے سے محبت ہے تم سب اس سے محبت
کرو، چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں ثُمَّ یُوضَعُ
لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت
رکھ دی جاتی ہے الخ

یعنی زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے خود بخود
دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، سورۂ مریم کے آخر میں ہے۔

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم
الرحمٰن وُدًّا۔

جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں اُن کو دے گا رحمٰن محبت۔

یعنی اللہ ان سے محبت کرے گا یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا خلق کے
دل میں ان کی محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ نیک بندے جو
اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں اور جن کا سننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا سب اللہ
کے واسطے ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ عوام کے دلوں
میں ڈالتا ہے پھر عوام کے دل خود بخود اس کی طرف جھکتے ہیں، یہی ہے
شانِ مسجودیت جو فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ باکمال عالم دین اور بلند مرتبہ شیخ طریقت
ہوئے ہیں۔ حضرت میرزا جان جاناں مظہر قدس اللہ اسرارہما اُن کے متعلق
فرماتے ہیں،

"آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔"

ایسے حضرات کے اقوال کو ان طریقوں سے حل کرنا ضروری ہے جو حضرات مشائخ

کے طریقے ہیں۔

علامہ اجل مفتی عنایت احمد کاکوروی متوفی ۱۲۷۹ھ نے حضرت
شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے آپ کے الفاظ کو نزہۃ الخواطر نے عربی
میں نقل کیا ہے اس کا مفہوم اس طرح ہے۔

شاہ ولی اللہ کی مثال شجرِ طوبیٰ کی طرح ہے کہ تنہ اُن کے گھر میں ہے
اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پہنچی ہوئی ہیں
مسلمانوں کا کوئی گھر اور ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس کی ٹہنی
نہ پہنچی ہو۔ اکثر لوگوں کو خبر نہیں کہ اس ٹہنی کی جڑ کہاں ہے۔

یعنی ہندوستان میں جو دین پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ آپ کی
مبارک ذات کو کیا ہے۔ شیخ محمد حسن صدیقی ترہتی نے "الیانع الجنی" کے
آخر میں لکھا ہے کہ میں نے دو مرتبہ علامہ عبد الحق فاروقی خیرآبادی کو کہتے سنا ہے
جب انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "ازالۃ الخفا" کا
مطالعہ کیا ایک مجمع کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا: (عاجز ترجمہ لکھتا ہے)

"جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ علم کا ایسا بحرِ ذخار
ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا اور اُن پر اعتراض کرنے والا
جاہلوں میں سے ایک ایسا غبی جاہل ہے جس کے سمجھنے کی توقع
نہیں کی جا سکتی یا وہ ان انعامات پر حسد کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ
نے ان پر کیے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ "القول الجلی" کے اس ترجمہ کو بہ وجہ احسن طبع کرائے اور
پھر اصل فارسی نسخہ اہلِ علم اور اربابِ کمال کے سامنے آئے اور حضرت
شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی باطنی بلند پروازی اور علوِ منزلت کا علم سب کو ہو۔

حضرت میرزا کا ارشاد "آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں" حقیقتِ امر کا اظہار کرتا ہے۔ عاجز آپ کو متنبّی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہے: ؎

مَضَتِ الْقُرُوْنُ وَمَا اَتَیْنَ بِمِثْلِہٖ
وَلَقَدْ اَتٰی فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِہٖ

زمانے گزرے وہ ان جیسا نہ لاسکے اور وہ آئے تو ان کا مثل لانے سے قاصر رہے۔

قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا۔

جمعہ ۲ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ
۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ دہلی

اختتامیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا عَلَیْنَا اَنْعَمَ وَعَلَّمَنَا مَا لَمْ نَعْلَمْ وَالشُّکْرُ لَہٗ عَلٰی مَا اَلْہَمَ وَوَفَّقَنَا لِلسَّبِیْلِ الْاَقْوَمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی وَصَفِیِّہِ الْمُجْتَبٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرنے کے بعد یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ زیرِ نظر کتاب حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرّہٗ کی وہ نایاب کتاب ہے جس کا کامل صرف ایک نسخہ کتب خانہ انوریہ، تکیہ شریف، کاکوری ضلع لکھنؤ میں محفوظ ہے۔ اس کا نام القول الجلی فی ذکر آثار الولی ہے۔ کاتب اس نسخہ کی کتابت سے جمعہ ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۸۱۳ء کو فارغ ہوئے ہیں یہ دونوں تاریخیں ان کی تحریر کردہ ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا نام نہ پڑھا گیا۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ و عمّ احسانہٗ کو منظور تھا کہ یہ نسخہ اس کتب خانہ میں محفوظ رہے اور اب یہ عاجز اس کو ایک سو اسّی سال پرانے خط سے عکس لے کر ناظرین کی خدمت میں پیش کرے۔

یہ تکیہ حضراتِ قلندریہ کا زاویہ ہے۔ اس وقت سجادہ نشین جناب عالی مرتبت مولانا محمد مصطفیٰ حیدر قلندر صاحب ہیں اور ان کے معین و ناصر اُن کے چھوٹے بھائی جناب والا منزلت مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر صاحب ہیں۔ مؤخر الذکر کے صاحبزادہ عزیز گرامی مولوی حافظ تقی انور علوی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ اردو میں دو سال پہلے کیا ہے۔ مترجم کے حضرت والد کی خواہش ہوئی کہ یہ عاجز اس کا مقدمہ لکھے۔ اگرچہ عاجز مصروف تھا لیکن جناب والا کی شفقت و محبت نے مجبور کیا کہ مقدمہ لکھے، چنانچہ عاجز نے مقدمہ لکھا اور وہ ترجمہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔

مقدمہ لکھنے کے وقت عاجز کو احساس ہوا کہ علمِ تصوف کے اسرار و معارف فیوض و مکشوفات کے بیان میں اور حضرت شاہ ولی اللہ کے نئے سلسلہ مبارکہ کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب آپ کی کتابوں میں بے نظیر اور بے مثال ہے۔ جو شخص حضراتِ مشایخ کی عبارات و تعبیرات سے واقف نہیں ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اعتراضات کرے گا اور حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام کو بُرا کہے گا۔ ایسے افراد سے جناب حافظِ شیراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ؎

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جا است

اور جو اصحابِ قلوب کے استعارات و مکالمات سے واقف ہے وہ آپ کی جلالتِ قدر اور علوِ منزلت کا معترف ہوگا اور کہے گا جیسا کہ حضرت حافظ نے کہا ہے: ؎

دل سراپردہ محبت اوست | دیدہ آئینہ دار طلعتِ اوست
دورِ مجنوں گزشت نوبتِ ماست | ہر کسے پنج روز نوبتِ اوست

گر من آلودہ دامنم چہ عجب | ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست

لہٰذا اس عظیم القدر کتاب کو دیکھ کر عاجز کو خواہش ہوئی کہ اصل کتاب جو ایک نایاب علمی وثیقہ ہے اس کا چھپنا ضروری ہے، چنانچہ عاجز نے اس کا اظہار جناب سیادت پناہ والا مرتبت سید محمد حسن حسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت گیسو دراز واقع گلبرگہ سے کیا۔ آپ نے جناب قلندر صاحب کو خط لکھا اور جناب قلندر صاحب نے نہ صرف عاجز کی طلب منظور فرمائی بلکہ اصل نسخہ کو لے کر دوشنبہ ۳۰ شوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۵ جون ۱۹۸۹ء کو دہلی تشریف لائے اور کتاب عاجز کے حوالہ کی۔ اس گرمی میں کاکوری سے آنا اور پھر دوسرے دن مراجعت نے انیس کا یہ شعر یاد دلا دیا: ؎

خیالِ خاطرِ احباب چاہیئے ہمدم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

قلندر صاحب کو پروردگار جل شانہٗ و عم احسانہٗ اجرِ کثیر عنایت فرمائے اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کے بموجب آپ اس کارِ خیر میں از اوّل تا آخر شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔ دو صد سالہ کتابت کی اور اب اس عکسی طباعت کی عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی ہے:

بحمد اللہ کہ القول الجلی را
کتابت باعثِ لطف و عنایت ۱۲۲۹
ز لطفِ حق تعالیٰ زید بنگر
"چراغ رہ" شدہ سالِ طباعت ۱۴۰۹

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے مسلکِ تصوف کو سمجھنے کے لئے القول الجلی چراغِ راہِ ہدایت ہے وَفَّقَنَا اللّٰہُ لِمَرْضَاتِہٖ افسوس کے ساتھ

کفنایۂ تا ب کُو تب - کتابت میں لغزشیں ہوئی ہیں۔

جناب مولف شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ ورضی عنہ نے اِس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصّہ کو قسم کہا ہے۔ پہلی قسم میں حضرت شاہ ولی اللہ کا حال ہے از ولادت تا آخر وفات و مراثی، اِس قسم میں آپ کے کمالات، مکشوفات اور معارف کا بیان ہے۔ واقعہ وفات کا ذکر صفحہ ۲۵۹ سے ۲۷۹ تک ہے۔ دوسری قسم صفحہ ۲۷۹ سے ۳۶۶ تک ہے۔ اِس قسم میں آپ کے ارشادات کا بیان ہے اور تیسری قسم صفحہ ۳۶۶ سے آخر کتاب صفحہ ۴۹۸ تک ہے۔ اِس قسم میں ان افراد کا ذکر ہے جن کا حضرت شاہ ولی اللہ سے نسبی اور قرابتی تعلق ہے۔

اِس کتاب کی قسم دوم اور سوم "خدا بخش لائبریری پٹنہ" میں موجود ہے۔ قسم دوم صفحہ ایک سے آخر صفحہ ۴۷ تک اور قسم سوم صفحہ ۴۸ سے آخر کتاب صفحہ ۱۲۹ تک، یہ نسخہ مولوی محمد عمر کے تصرف میں رہا ہے۔ عاجز کا خیال ہے آپ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی فرزند مولوی عبد الغنی فرزند شاہ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے آخر کتاب میں لکھا ہے اللھم ارحم علی محمد عمر مرید حبیبک محمد صلعم اوّلاً و آخراً و ظاھراً و باطناً فقط۔

اللھم ارحم علی محمد عمر مرید حبیبک محمد صلعم

یہ مہر صفحہ ایک اور ۳۳ میں بھی ہے۔

مہر

کتاب القول الجلی کی قسم دوم اور سوم کی تصحیح اس نسخہ سے ہو سکتی ہے سَو سوا سَو سال پہلے اِس کتاب کے دو نسخوں کا پتا چلتا ہے، کیا عجب کوئی نسخہ پردۂ خفا میں مستور ہو اور وہ اس کتاب کی تصحیح کا ذریعہ بن جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ساحتِ صدر میں پانچ ان

لطائفِ عالمِ امر کا بیان کیا ہے کہ وُہ مجلّی مزکّی ہو کر اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں، سالک کو مقامِ فنائیت تک پہنچاتے ہیں، سالک حضرتِ معبودیت صرفہ اور حضرتِ اطلاق میں فنائیت حاصل کرتا ہے اس وقت اس کے تن کا ذرہ ذرہ کہتا ہے:

نے از تو حیاتِ جاوداں مے خواہم   نے عیش و تنعّم جہاں مے خواہم
نے کام دل و راحتِ جاں مے خواہم   ہر چیز رضائے تست آں می خواہم

حضرت شاہ ولی اللہ نے ساحتِ صدر کے اُن لطائف کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق المدبّرات امرًا سے ہے۔ یہ لطائفِ فعّالہ ہیں، آپ نے اِن لطائف کے اسرار و دقائق کا خوب بیان کیا ہے۔

عاجز کے جدّ الجد حضرت شاہ ابوسعید نے کتاب "ہدایۃ الطالبین" میں تحریر کیا ہے کہ دورانِ عروج میں راہِ مستوی سے بعض مقامات کا ظہور سالک پر ہوتا ہے، سالک کو اُن لطائف کے دیکھنے میں مشغول نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بے انتہا مقامات ہیں، جو ان کی سیر میں مصروف ہُوا انتہا کی لذت سے محروم رہا۔

اے برادر بے نہایت درگہے ایست
ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

حضرت شاہ ولی اللہ نے ان لطائفِ فعّالہ کا بیان اس کتاب میں کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ آپ کے بیان کو پڑھ کر دل پر اثر ہوا۔ آپ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا خیال آیا اور روح پر ذیل چار شعر نظم ہو گئے۔

حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ

ولادت: چہار شنبہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ

وفات: شنبہ ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ

قطب الدین احمدؒ ولی اللہ شاہ   بود بیشک حبرِ اکمل، دیں پناہ

پاک باطن، صاحبِ کشفِ صحیح — راست بازو نیک دل بے اشتباہ
سالِ میلادش "ہمایوں بخت" بود — ذاتِ پاکش بہرِ عالم گشت ماہ ۱۱۱۴
زید بشنو ایں صدائے ہاتفی — "روضۂ اقدس" شدہ آرام گاہ ۱۱۱۴

آپ کا اور آپ کے صاحبزادوں کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سرمایۂ افتخار ہے رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ وَاَسْرَارِهِمْ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّهُ وَتَرْضَاهُ وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنْ اُوْلَاهُ۔

چشم دارم کز گنہ پاکم کنی — پیش ازاں کاندر لحد حاکم کنی
اندراں دم کز بدن جانم بری — از جہاں با نورِ ایماں جانم بری

بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَاٰلِهِ الْاَمْجَادِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ
ترکمان دروازہ، دہلی ۶

جمعہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ
۲۱ جولائی ۱۹۸۹ء

اَلْقَوْلُ الْجَلِی فِی ذِکْرِ آثَارِ الْوَلِی



در بیانِ ملفوظات و مکشوفات و معارف حضرتِ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ

بہ اہتمام

ابوالنصر انس فاروقی حلیۂ طباعت پوشیدہ

ناشر

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶

القول الجلی فارسی مخطوطہ کے عکس، طبع دہلی کا سلسلہ اور دوسرا صفحہ

القول الجلي

رب يسر بسم الله الرحمن الرحيم وتمم بالخير

الحمد لله الذي اصطفى نوع الانسان على سائر الخلائق وفضلهم تفضيلا وخص الكمل منهم
بمعرفة اسمائه وصفاته ومحبة كنه ذاته اجمالا وتفصيلا واولئك من الانسان كانسان
من العين تشريفا وتبجيلا وافاض علوما جمة في سويداء قلوبهم من آيات قدرته واسرار حكمته
ونزل لهم الملائكة تنزيلا وانزل على ظواهرهم وبواطنهم امارات يعرفون بها وعلامات يميزون بها
عن غيرهم تكميلا وجعلهم وسائط جوده وسحائب جوده ومنهم تنزل البركات وعلى ايديهم تظهر
الكرامات وتلك سنة الله ولن تجد لسنة الله تحويلا وصلى الله على افضل الرسل واكرم
الكمل الهادي الخليقة من غوايات الشيطنة ترغيبا وترهيبا الذي جاء بالملة الحنيفية السمحة
السهلة والمعارف الجمة الجليلة اتيانا وتسهيلا وعلى اله واصحابه الذين اتخذوا سنته
السنية في جميع امورهم مسلكا وسبيلا وفازوا بالحظ الاوفى والسهم الاسنى من
علومه ومعارفه وحصلوا تحصيلا يقول اخس ارباب علم وايقان واصحاب معرفة ووجدان

وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ
وَیَا خَیْرَ مَأْمُولٍ وَّیَا خَیْرَ وَاهِبٍ

وَیَا خَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ
وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

وَاَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ هُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ
اِذَا اَنْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبِ

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، اے تمام مخلوق سے بہتر اے بہترین جائے اُمید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے! اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دُور کرنے کی جن سے اُمید کی جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔ اور آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین پنجے دل میں گاڑ دیں۔

(حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)